مولائے حسینؑ
سوانح حیات
علامہ سید رضی جعفر نقوی

(۷۸۶/۱۱۰)

مولائے کائنات

ابوالائمہ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام

کی مُناجاتوں میں سے ایک مُناجات

اِلٰهِی کَفٰی بِیْ عِزًّا اَنْ اَكُوْنَ لَكَ عَبْدًا وَّكَفٰی بِیْ فَخْرًا اَنْ تَكُوْنَ لِیْ رَبًّا اَنْتَ كَمَا اُحِبُّ فَاجْعَلْنِیْ كَمَا تُحِبُّ

میرے اللہ میری عزّت کے لئے یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لئے یہی کافی ہے کہ تُو میرا پروردگار ہے۔ تُو ویسا ہی ہے جیسا میں چاہتا ہوں، پس تُو مجھ کو ویسا بنالے جیسا تُو چاہتا ہے۔

اشتراک:

IDAARA-E-TARVEEJ-E-SOAZKHWANI

ادارۂ ترویجِ سوز خوانی

Post Box No. 10979, Karachi-74700

مولا حسینؑ

سوانح حیات

علامہ سید رضی جعفر نقوی

اپنے بچوں کیلئے [illegible]
طالب دعا
سید تنویر عباس
25-7-2009

عصمہ پبلیکیشنز

پی۔او باکس نمبر:۔ 18168 کراچی 74700 پاکستان

نام کتاب	:	مولا حسین سوانح حیات
مؤلف	:	علامہ سید رضی جعفر نقوی
ناشر	:	عصمہ پبلیکیشنز کراچی
تعداد اشاعت	:	500
تاریخ اشاعت	:	اگست ۲۰۰۳ء
طباعت	:	عاصم پرنٹنگ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
سبز پبلیکیشن ایڈیشن	:	پہلا ایڈیشن
ھدیہ	:	■ روپیہ
مشیر قانون	:	پروفیسر سید سبط جعفر زیدی ایڈوکیٹ جناب شبر رضوی ایڈوکیٹ (ہائی کورٹ)
سرورق (ٹائیٹل ڈیزائنگ)	:	سید امتیاز عباس

اسٹاکسٹ

افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ کرشن نگر۔ لاہور
منہاج الصالحین غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور
مکتبہ الرضا۔ ۸ بیسمنٹ میاں مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور
کریم پبلیکیشنز سمیع سینٹر اردو بازار لاہور
مکتبہ الحسین نواں شہر ابدالی روڈ ملتان
سید محمد ثقلین کاظمی جی 6/2۔ اسلام آباد
محمد علی بک ڈپو۔ G-9/2 کراچی کمپنی۔ اسلام آباد
سودے بجس لائبریری اینڈ اسٹیشنرز۔ سکردو۔ بلتستان
عباس بک ایجنسی۔ رستم نگر۔ لکھنؤ
حسن علی بک ڈپو۔ کھارادر۔ کراچی
رحمت اللہ بک ایجنسی کھارادر۔ کراچی
محفوظ بک ایجنسی۔ مارٹن روڈ۔ کراچی
خراسان بک سینٹر بریٹو روڈ۔ کراچی
احمد بک ڈپو۔ رضویہ سوسائٹی کراچی
انجم پبلیکیشنز بریٹو روڈ کراچی
احمد تبرکات سینٹر انچولی کراچی
مکتبۂ علویہ مرکز تبرکات وظائف رضویہ سوسائٹی کراچی

فرمانِ الٰہی

.. فَقُلْ تَعَالَوْا :

نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ ــــ وَ
نِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ ــــ وَ
أَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ــــ

(کہہ دیجئے کہ آؤ ..
ہم بلاتے ہیں اپنے فرزندوں اور
تمہارے فرزندوں کو
اپنی عورتوں، اور تمہاری عورتوں کو۔
اور اپنے نفسوں کو اور
تمہارے نفسوں کو ..)

(سورۂ آل عمران)

فرمانِ رسول

حُسینٌ مِنّی
و
اَنَا مِنَ الحُسین

(حسینؑ مجھ سے ہیں، اور
میں حسینؑ سے ہوں۔۔)

(متفق علیہ حدیثِ پیغمبرؐ)

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین سیدنا و نبینا ابی القاسم محمد و آلہ الطیبین الطاھرین المعصومین واللعنۃ علی اعداھم اجمعین

⦿ — حضرت خامسِ آلِ عباء

فلکِ امامت کے وہ نیّرِ تاباں جن کے معصوم خون کی سُرخی شفق کی صورت میں آسمان پر نمودار ہوئی، اور قیامت تک اُنکی عظیم الشان قربانی کی خبر دیتی رہے گی۔

⦿ — امام حسینؑ

آسمانِ ہدایت کے وہ بدرِ کامل جنھوں نے شہادت کے ذریعہ سے، دُنیا میں ایمان کی وہ روشنی پھیلائی، جو روز بروز بڑھتی اور وسیع تر ہوتی جائے گی، اور رہتی دنیا تک کوئی اس روشنی کو مٹا نہ سکے گا۔

⦿ — سیّد الشہداء

گلشنِ رسالتؐ کا وہ سدا بہار پھول جس کی خوشبو اللہ کے آخری رسولؐ کو اتنی پسند تھی کہ کبھی اس پھول کو اپنی ذات سے جُدا کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ:

میری زندگی کے دُو — پھول ہیں جن میں سے ایک کا نام حسنؑ اور دوسرے کا نام حسینؑ ہے۔

⦿

⦿ — سرورِ شہیداں

کائنات کا وہ درخشندہ نور جس کی تجلیاں اس زمین کی وسعتوں سے اتنی زیادہ بلند، وسیع اور بیکراں تھیں کہ حضورِ اکرمؐ کی زبانِ حقیقت بیان نے اعلان فرمایا کہ:

"عرشِ الٰہی کے (دو) گوشوارے ہیں حسنؑ اور حسینؑ —

⦿ — نواسۂ رسولؐ

بزمِ انسانیت کے وہ روشن چراغ، جنھوں نے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو حیاتِ جاوداں بخشی، سسکتی ہوئی آدمیت کو شعورِ زندگی عطا کیا، پامال ہوتے ہوئے اُصولِ بشریت کو بچالیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کو یہ زرّیں اُصول دے دیا کہ:

"—— ذلّت کی زندگی سے عزّت کی موت بہتر ہے"۔

⦿ — راکبِ دوشِ مصطفےٰؐ

خاتونِ جنتؑ کی آغوش میں پروان چڑھنے والا وہ مجاہدِ اعظم، جس نے جہاد کی تمام اقسام کو اعلیٰ ترین انداز سے پیش کرکے، اور اس راہ میں عزیز ترین ہستیوں کو قربان کرکے زندگی کو ایک نیا عنوان دے دیا، اور چمنِ اسلام کی اپنے معصوم خون سے ایسی آبیاری کردی کہ اب روزِ محشر تک کوئی بھی یزیدِ وقت اپنی تمام سفاکیوں کے باوجود، اس چمن کی رونق کو مٹا نہ سکے گا۔

⦿ — دلبندِ مرتضےٰؑ

جس نے بعدِ شہادت نوکِ نیزہ پر تلاوت کرکے قرآن مجید کے اس فرمان کی حقّانیت پر مہرِ ثبوت لگادی کہ:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

(خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے بارے میں یہ ہرگز نہ سوچنا کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے پاس رزق پاتے ہیں۔)

⊙ — پاسبانِ شریعت

جس نے دین کو بچانے کے لئے مدینہ چھوڑا، مکہ میں پناہ لی، پھر مکّہ سے رختِ سفر باندھا، اور چھوٹے چھوٹے بچّوں کے ساتھ صحرا و بیابان سے گذرتے ہوئے کربلا کی سرزمین پر پہونچ کر وہ تاریخ رقم کی، جو اپنی مثال آپ ہے، اور جس کو پڑھنے والا، اپنا ہو یا غیر، امام حسینؑ کے جذبۂ ایثار و قربانی سے متاثر ہوئے بغیر، اور آپؑ کے مصائب پر آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

⊙ — تفسیرِ اولادِ ابراہیمؑ

جس نے اپنے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں، یاور و انصار، مونس و غم خوار اور بچپن کے ساتھیوں کی قربانی پیش کرنے کے بعد قربان گاہِ الفت خداوندی پر کچھ اس انداز سے اپنا سر رکھ دیا کہ قرآن مجید کی اس تمثیل کی حقیقی تصویر نظر آگئی جس کے بارے میں قدرت نے بہت دنوں قبل یہ اعلان کیا تھا کہ:

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (ہم نے اُن کا فدیہ ذبحِ عظیم کو قرار دیا۔)

⊙ — محافظِ اسلام

جس نے ایمان کی شمع کو روشن رکھنے کے لئے سب کچھ قربان کر دیا،

اور جن کی حیاتِ طیّبہ میں جب اسلام پر یہ مرحلہ پیش آیا کہ: یا اپنی شہادت پیش کریں یا اسلام کی ہلاکت برداشت کریں ———— تو آپ اس عزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے کہ:

"اے دینِ خدا —— اگر تو دربدر ہو رہا ہے تو حسینؑ گھر سے بے گھر ہو کر تیری حفاظت کرے گا۔

اگر تیری روح کو پامال کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تو حسینؑ، بعدِ شہادت سمِ اسباں سے پامال ہونا برداشت کرلے گا لیکن تیری پامالی برداشت نہ کرے گا۔

اے شریعتِ مصطفےٰؐ —— اگر تجھے سیرابی کی ضرورت ہے تو حسینؑ اپنے اکبرؑ و اصغرؑ، عبّاسؑ و قاسمؑ اور "۷۲" مجاہدین کے پاک و پاکیزہ خون سے تجھے اس طرح سیراب کرے گا کہ پھر صبحِ قیامت تک خزاں کا کوئی جھونکا تیری رونق کو کم نہ کر سکے گا

اور اگر تیرا وقار ختم کرنے کی کوشش کی گئی، تو حسینؑ اپنی بہنوں، بیٹیوں، اور مخدّراتِ عصمت و طہارت کی چادریں دینا گوارہ کر کے، تیری آبرو باقی رکھے گا۔

⊙ — فرزندِ زہراؑ

وہ نازشِ حرّیت جسے ہر دور کے صاحبانِ فکر و نظر اپنے اپنے انداز میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے رہیں گے۔

کبھی اجمیر کا کوئی خواجہ:

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ — دین است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
سر داد نداد دست در دستِ یزیدؔ — حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

جیسا قطعہ پیش کر کے ذکرِ دوام حاصل کرے گا ـــــ اور کبھی کوئی شاعرِ خوش نوا :

اسلام کے دامن میں بس اسکے سوا کیا ہے

اک ضربِ یداللّٰہی اک سجدۂ شبیری

کا نعرہ بلند کر کے بدر سے کربلا تک کی تاریخ پیش کر دے گا۔

اور کبھی کوئی ہندو شاعر، مسلمانوں کو یوں مخاطب کرے گا کہ :

اپنا کوئی مرتا ہے تو روتے ہو تڑپ کر

اور سبطِ پیمبر کا کبھی غم نہیں کرتے

ہمت ہو تو محشر میں ہمیں کچھ بھی کہنا

ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

اور کبھی دنیائے عرب کا مشہور صاحبِ قلم الاستاذ حسن احمد لطفی البیرونی یوں رقمطراز ہوتا ہے کہ :

فی بیت النبوۃ، المشرقۃ بالانسانیۃ المثلی، والمتصلۃ بالسماء بوشائج الوحی الالٰھی.

من اب ھو علیؑ بن ابی طالبؑ ـــ الذی کان عنوان المروءۃ والرجولۃ، لیس فی التاریخ العربی وحدہ بل فی التاریخ الانسانیۃ جمعا ـــ

ومن ام، ھی فاطمۃ الزھراء بنت محمدؐ بن عبداللّٰہ التی تحمل قبسا من روحہ وفیضا من نورہ.

ولد فی احدی لیالی شعبان من السنۃ الرابعۃ للھجرۃ، طفل لا کالاطفال.

تعل الانسانیۃ من وجودہ.

وکانما من معانی الالوھیۃ وقد دعی ذلك الطفل حینا.

(نبوت کے ایسے گھر میں جہاں بے مثال انسانیت روشن و منور ہے اور جس گھر کا رابطہ (وحیِ) خداوندی کے ذریعے سے آسمان (عرشِ الٰہی) سے وابستہ ہے۔

(حضرت) علی ابن ابی طالبؑ ایسے باپ، جو نہ صرف تاریخِ عرب میں، بلکہ پوری انسانی تاریخ میں سرنامۂ شجاعت و جوانمردی ہیں۔

اور (حضرت) فاطمہ زہراءؑ بنت حضرت محمد مصطفیٰؐ جیسی ماں، جو روحِ مصطفیٰؐ اور نورِ رسالت کا ایک درخشندہ ٹکڑا ہیں۔

ان ہی دونوں بے مثال ماں باپ کے ذریعے، (حضرت امام حسین علیہ السلام) ماہِ شعبان (کی تیسری تاریخ) سنہ ۴ ہجری میں اس دنیا میں تشریف لائے۔

جو عالمِ طفلی میں بھی عام بچوں جیسے نہ تھے۔

بلکہ انسانیت کو شرف بخشنے والے اور معانیٔ الوہیت کا مظہر تھے۔

(کیونکہ) یہی بچہ (شہیدِ کربلا) حسینؑ کے نام سے مشہور ہوا)

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے: الاستاذ البیرونی دار الہلال)

۶

کبھی برادرانِ اہلسنت کے نہایت مشہور و معروف عالمِ دین، اخطب خوارزم، حضرت ابوالمؤید، الموفق احمد المکی اپنی کتاب میں اس تاریخی واقعہ کو نقل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ :

ایک روز حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبے کے دوران، لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا،

یا معشر المسلمین ـــ ھل ادلکم علی خیر الناس

جدّا وجدّة ؟

قالوا : بلیٰ یا رسول اللہؐ۔

قالؐ : علیکم بالحسنؑ والحسینؑ، فان جدهما محمّدؐ و جدتهما خدیجه بنت خویلد ...

یا معشر المسلمین هل ادلکم علی خیر الناس ابا و اما ؟

قالوا : بلیٰ یا رسول اللہؐ۔

قالؐ : علیکم بالحسنؑ والحسینؑ، فان اباهما علیؑ بن ابی طالب، یحب اللہ و رسوله و یحبه اللہ و رسوله ——— و امهما فاطمه بنت رسول اللہ شرفهما اللہ فی سماوا تہ و ارضه۔

ثم قالؐ : یا معشر المسلمین هل ادلکم علی خیر الناس عما و عمة ؟

قالوا بلیٰ یا رسول اللہؐ۔

قالؐ : علیکم بالحسنؑ والحسینؑ ——— فان عمهما جعفر ذوالجناحین الطیار مع الملائکة فی الجنة و عمتهما امّ ھانی بنت ابی طالب .

ثم قالؐ :

اللهم انك تعلم ان الحسن والحسینؑ فی الجنة ، وجدهما فی الجنة ، وجدتهما فی الجنة ، وابا هما فی الجنة، وامهما فی الجنة ...

وعمهما فی الجنة وعمتهما فی الجنة۔

ومن یحبهما فی الجنة، ومن یبغضهما فی النار۔

(اے گروہِ مسلمین !

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تمام لوگوں میں، اپنے نانا اور نانی کے لحاظ سے کون لوگ سب سے افضل ہیں ؟

لوگوں نے کہا : ہاں ——— اے خدا کے رسولؐ ضرور بتائیے :

تو آپؐ نے ارشاد فرمایا، کہ :

حسنؑ و حسینؑ ——— کیونکہ اُن کا نانا مَیں (محمدؐ) ہوں، اور ان کی نانی خدیجہؑ (الکبریٰ) ہیں ...

اس کے بعد آپؐ نے دریافت کیا :

" اے گروہِ مسلمین ! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ ماں باپ کے اعتبار سے کون لوگ، سب سے افضل ہیں۔؟

لوگوں نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیے :

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ : یہی حسنؑ و حسینؑ ——— کیونکہ ان کے باپ علی بن ابی طالب ہیں، جو خدا اور رسولؐ سے محبت کرنے والے بھی اور خدا اور رسولؐ کے محبوب بھی ——— اور ان دونوں کی ماں فاطمہ (الزہراؑ) بنت رسول اللہؐ ہیں، جن کو خداوند عالم نے تمام آسمانوں اور زمین (گویا پوری کائنات میں) شرف عطا فرمایا ہے ....

پھر فرمایا کہ

اے گروہِ مسلمین ! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ : اپنے چچا اور پھوپھی (دونوں) کے اعتبار سے کون لوگ سب سے افضل ہیں۔ ؟

لوگوں نے گذارش کی کہ : حضورؐ ارشاد فرمائیے :

آپؐ نے فرمایا کہ: یہی حسنؑ و حسینؑ ـــــ جن کے چچا جعفر (طیار) ہیں جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں ـــــ اور ان دونوں کی پھوپھی ام ہانی بنت ابوطالبؑ ہیں (جن کے بیت الشرف سے خدا کے رسولؐ شبِ معراج، کائنات کے محیّر العقول سفر پر روانہ ہوئے)

اس کے بعد حضورِ اکرمؐ نے خداوندِ عالم کی بارگاہ میں عرض کیا۔

خداوندا تو جانتا ہے کہ:

حسنؑ و حسینؑ بھی جنت میں ہوں گے، اُنکے جد بھی جنت میں ہوں گے ان کی جدہ بھی جنت میں ہوں گی، ان کے باپ بھی جنت میں ہوں گے ان کی ماں بھی جنت میں ہوں گی ... ان کے چچا بھی جنت میں ہیں، انکی پھوپھی بھی جنت میں ـــــ اور جو ان سے محبت کرے گا وہ بھی جنت میں ہوگا۔

اور جو ان سے دشمنی کرے گا وہ جہنم میں (جائے گا)

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

مقتل خوارزمی، جلد ۱، صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳

حقیقت یہ ہے کہ: سرکارِ خامسِ آلِ عبا، سرورِ شہیداں، سردارِ جوانانِ جناں، حضرت امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ، آپکے فضائل و مناقب، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپسے محبت، آپ کی عبادت، آپ کی سخاوت، آپکی شجاعت، باطل کی سرکوبی کے لئے اپنے والدِ گرامی کے قدم بقدم معرکۂ کارزار میں آپ کی شرکت۔

پھر اپنے بھائی (حضرت امام حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام) کے دور میں

پیش آنے والے واقعات کے سلسلہ میں اُن کی مکمل تائید و نصرت۔

بھائی کی شہادت کے بعد بھی، حاکمِ شام سے کئے گئے وعدوں کی مکمل پاسداری۔

پھر امیرِ شام کے انتقال اور یزید کی طرف سے مطالبۂ بیعت کے بعد قبرِ رسولؐ پر آپؑ کی حاضری، ماں کے مزار سے جدائی اور کربلا کے لئے روانگی

واقعۂ کربلا اور اُس کے محرکات، اسباب و علل، آپکے ساتھیوں کی جاں نثاری، تین دن کی بھوک و پیاس میں آپکے اعوان و انصار کی بھرپور استقامت۔

دینِ خدا کی سربلندی کے لئے آپ کے ساتھیوں کا کمالِ اطمینان کے ساتھ جامِ شہادت نوش کرنا، جس کے بعد آپکے اہلِ خاندان و اعزہ و اقارب، اولاد اور جگر کے ٹکڑوں کی شہادت، اور آخر میں آپؑ کا منزلِ شہادت پر فائز ہونا۔

عصرِ عاشور کے بعد اہلِ حرم کی گرفتاری، اور قید و بند کی حالت میں بھی، کوفہ و شام کے درباروں میں مقصدِ شہادت کی تشہیر جیسے موضوعات پر:

اُردو، فارسی، عربی، انگریزی، ہندی، گجراتی، سندھی، کاٹھیاواڑی، سواحلی .... اور دنیا کی دیگر زبانوں میں، ہزاروں چھوٹی بڑی کتابیں، ہر دور میں شائع ہوتی رہی ہیں ـــ جن کو اگر یکجا کیا جائے تو اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو جائے جس کی ضخامت سے کتب خانے اُبل پڑیں، اور اگر ان کی تلخیص کی جائے تو سینکڑوں جلدوں پر مشتمل ایسا انسائیکلوپیڈیا تیار ہو جائے جس میں آپ کی

حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو روشن نظر آئے۔[1]

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ: کربلا کے واقعے پر جتنا بھی کام ہوا ہو، پھر بھی فکر و نظر کے مختلف زاویوں سے کام کی گنجائش باقی رہے گی، اور جیسے جیسے اقوامِ عالم میں انسانیت اور انسانی قدروں کا شعور بیدار ہوتا جائے گا، ویسے ویسے کربلا، محورِ فکر و عمل بنتی جائے گی ——— بلکہ بقول شاعر؎

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو — ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

؎

اب یہ اور بات ہے کہ جو لوگ سرکارِ سیّدالشہداء حضرت امام حسینؑ کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ: "ہمارے ہیں حسینؑ"

اُن میں کتنے لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اپنی سیرت، کردار، رفتار و گفتار، قول و عمل اور فکر و نظر کو حسینیؑ تعلیمات کے سانچے میں اس طرح ڈھال لیا ہے کہ خود سرکارِ سیّدالشہداء اُن لوگوں کے بارے میں یہ فرما سکیں کہ:

"یہ ہمارے ہیں"

"حسینیت" ——— اگر ایک طرزِ فکر و عمل کا نام ہے، تو وہی لوگ اس مقدس عنوان سے وابستہ قرار دیئے جا سکتے ہیں جو اپنے

---

[1] ——— آج سے تقریباً انیس سال قبل (۱۳۸۰ھ ہجری میں) جب ساری دنیا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا چہاردہ صد سالہ جشنِ ولادت منایا جا رہا تھا، ہندوستان میں ایک ادارہ قائم ہوا تھا، جو سرکارِ سیّدالشہداء کی حیاتِ طیبہ اور آپ کی شہادت کے سلسلہ میں ایک انسائیکلو پیڈیا مرتب کرنا چاہ رہا تھا۔

اُس ادارے کے نمائندے، اسی سلسلہ میں کراچی بھی تشریف لائے تھے، مگر اس کے بعد آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا، کہ وہ کام کہاں تک پہونچا۔

میری دعا ہے کہ اُس ادارہ کے کارکنان کے اذہان سے وہ منصوبہ محو نہ ہوا ہو تاکہ مسلمانانِ عالم ایک قیمتی انسائیکلو پیڈیا سے فیضیاب ہو سکیں۔

کردار سے اپنے مؤقف کی مضبوطی کو نمایاں کرنے کی سعی کرتے ہوں۔

کیونکہ، شاعر کی یہ بات، اپنے اندر، بہر حال ایک وزن رکھتی ہے کہ:

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ... تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

؎

زیرِ نظر کتاب میں، سرکارِ سیّدالشہداء حضرت امام حسینؑ کی حیاتِ طیبہ کے چیدہ چیدہ واقعات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے کے بعد، واقعاتِ کربلا کی آفاقی حیثیت پر بھی گفتگو کی سعادت حاصل کی جائے گی، اور آخر میں امامِ عالی مقامؑ کے خطبات اور حکیمانہ تعلیمات کا بھی اقتباس پیش کیا جائے گا، تاکہ شمعِ حسینیتؑ کے پروانے، امام علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ آپؑ کے گراں بہا ارشادات سے بھی اپنے قلوب کو منوّر کر سکیں۔

؎

یہ بات ملحوظِ خاطر رہنی چاہیئے کہ:

چونکہ اس کتاب کو ایک محدود حجم کے اندر رکھنے کی پابندی ہے، اور سرکارِ سیّدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینۂ منوّرہ سے عصرِ عاشور تک کربلا میں، جو خطبے ارشاد فرمائے ہیں، وہ آپؑ کے مقصدِ شہادت، اور انقلابِ کربلا کے عوامل پر بہت واضح روشنی ڈالتے ہیں:

اس لئے کتاب کا تقریباً نصف حصّہ آپؑ کے مختصر حالاتِ زندگی پر مشتمل ہوگا، اور باقی نصف حصّے میں آپؑ کے خطبات (مع ترجمہ)

پیش کئے جائیں گے، جن کو پڑھنے کے بعد واقعاتِ کربلا کے اسباب و
علل کا بھی صحیح اندازہ ہوگا اور امام عالی مقامؑ جس مقصد کے لئے تشریف
لے گئے اُس کے مکمل خدوخال بھی سامنے آئیں گے۔

پاک پروردگار اس خدمت کو قبول فرمائے۔
ہمارے اندر حسینی فکر کو سمجھنے کا شعور عطا فرمائے
اور ہمیں قول و عمل میں ویسا بنا دے جیسا ہمارے امامؑ چاہتے ہیں۔

آمین!

احقر
رضی جعفر نقوی

ولادتِ باسعادت

جیسا کہ مشہور ہے:
حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت ۳ شعبان
سنہ ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔
مورخین کا بیان ہے کہ:
ایک روز جناب اُمّ ایمن (نے) رات کو ایک ایسا خواب دیکھا اور صبح
تک روتی رہیں، کسی طرح اُن کا گریہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔
یہاں تک کہ حضورِ اکرمؐ ان کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ:
"تم کیوں رو رہی ہو۔؟
کہنے لگیں: "اے خدا کے رسولؐ میں نے نہایت ہولناک
خواب دیکھا ہے۔
حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ: خدا کے رسولؐ سے بیان کر دو کیونکہ خدا و
رسول (ہر بات کو) بہتر جانتے ہیں۔
کہنے لگیں کہ: اس قدر ہولناک ہے کہ مجھ سے بیان نہیں کیا
جا رہا ہے۔
حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ:
"کسی چیز کا خواب دیکھنا، اسے بیداری میں دیکھنے سے مختلف ہے،

تم نے جو کچھ دیکھا ہے، پیغمبرؐ خدا سے بیان کردو۔

یہ سُن کر وہ بولیں کہ:

میں نے آج کی رات، خواب میں یہ منظر دیکھا ہے کہ جیسے آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں ڈال دیا گیا ہے۔

حضورِ اکرمؐ نے خواب سُن کر (اظہارِ مسرّت کرتے ہوئے) فرمایا:

"اے اُمِّ ایمنؓ! ۔ (خوش ہو جاؤ) پروردگار عالم تمہیں خنکیٔ چشم عطا کرے۔

(تم نے جو خواب دیکھا ہے، اس کی تعبیر یہ ہے کہ)

میری بیٹی فاطمہؑ کے یہاں (ایک فرزندِ ارجمند کی) ولادت ہوگی، (جس کا نام) حُسینؑ ہوگا، جو تمہاری آغوش میں آئے گا، تم اس کی پرورش (میں حصّہ) لوگی۔ اس طرح میرے جسم کا ایک حصّہ (میرا نواسہ، میرا نورِ نظر) تمہارے گھر میں پہونچے گا۔"

(مناقب: ابنِ شہر آشوب جلد ۳، صفحہ ۲۲۶)

۶

اور حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیشین گوئی کے عین مطابق، جب شہزادیٔ کونینؑ کے ہاں حضرت امام حُسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی ....

اور جنابِ اُمِّ ایمنؓ نے حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں ان کے پیارے نواسے کو پیش کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

جس آغوش نے اس بچّے کو اُٹھا رکھا ہے، اور جو بچّہ اس آغوش میں ہے، دونوں کو خوش آمدید!

(اے اُمِّ ایمنؓ) یہ ہے تمہارے خواب کی تعبیر!

(مناقب: ابنِ شہر آشوب جلد ۳، صفحہ ۲۲۶)

۷

جنابِ شیخ عباس قمی کا بیان ہے کہ:

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام علی رضاؑ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ:

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت ہوئی تو حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ اسماء بنتِ عمیسؓ سے فرمایا کہ:

اسماء! میرے فرزندؑ کو میرے پاس لاؤ۔

اسماءؓ کہتی ہیں کہ: میں نے ایک سفید لباس پہنا کر امام حُسینؑ کو حضورِ اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔

آنحضرتؐ نے انھیں گود میں لیا، ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، جس کے بعد جبرئیلِ امین نے حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ:

"خداوندِ عالم نے آپ کی خدمت میں سلام بھیجا ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ: حضرت علیؑ کی آپ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ سے تھی (اور ہارونؑ کے بیٹوں میں سے بڑے کا نام شبّرؑ اور چھوٹے بیٹے کا نام شبّیرؑ تھا، اس لئے آپؐ اسی مناسبت سے نام رکھیئے، اور چونکہ آپ کی زبان عربی ہے لہٰذا "حسینؑ" نام رکھئے (جو شبّیرؑ کے ہم معنیٰ ہے)۔

(منتہی الآمال جلد ۱ صفحہ ۵۹ ط جدید)

مولودِ مسعود کی برکت سے فرشتے کی شفایابی

خاندانِ رسالت، خصوصاً خمسہ نجباء (پنجتن پاک علیہم السلام) کو
مالکِ دوجہاں نے جو عظمت و جلالت عطا کی ہے، وہ پوری کائنات
میں سب سے منفرد، اور سب سے ممتاز ہے۔

یہ وہ بارگاہ ہے جہاں سے فرش والوں کے علاوہ عرش والے بھی
فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔

اور کیوں نہ ہو ———

جب مالکِ دوجہاں نے حضورِ اکرم خاتم الانبیاء احمدِ مجتبیٰ حضرت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پوری کائنات کے لئے رحمت قرار
دیا، جیسا کہ قرآن مجید میں خالقِ دوجہاں کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

(اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے)

اور کائنات (یا تمام جہانوں) میں جمادات، نباتات، حیوانات،
انسان، جنات سب ہی شامل ہیں۔

جمادات میں تمام اجسام و پہاڑ، نباتات میں تمام اشجار
اور باغات۔

حیوانات میں خشکی و تری کے تمام جانور، نیز دریا، سمندر،
نہریں، آبشار... غرض جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان موجود ہے سب شامل ہیں۔

اس کے دائرے میں وہ تمام مخلوقات بھی ہیں جو زمین سے
تعلق رکھتی ہیں، اور وہ تمام مخلوقات بھی جو آسمان سے تعلق رکھتی ہیں۔
اور جس پیغمبرؐ کو خداوندِ عالم نے پوری کائنات کے لئے رحمت بناکر
بھیجا ہے، اسی نے اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ۔

لحمھم لحمی، ودمھم دمی، یولمنی ما یولمھم، ویحزننی
ما یحزنھم، انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم،
وعدو لمن عاداھم ومحب لمن احبھم۔
انھم منی وانا منھم

(ان کا گوشت میرا گوشت ہے، ان کا خون میرا خون ہے۔
جو بات انھیں تکلیف پہونچائے گی وہ مجھے تکلیف پہونچائے گی۔
جو چیز انھیں رنجیدہ کرے گی وہ مجھے رنجیدہ کرے گی۔
جو ان سے جنگ کرے گا اُس سے میری جنگ ہے۔
اور جو ان سے صلح کرے گا، اُس سے میری صلح ہے۔
جو ان سے عداوت رکھے گا، میں اُس کا دشمن ہوں۔
جو ان سے محبت کرے گا، میں اُس سے محبت کرنے والا ہوں،
(کیونکہ) یہ مجھ سے ہیں، اور میں ان سے ہوں)

یہ فقرہ، دنیا بھر کے صاحبانِ فکر و نظر کو دعوتِ فکر دے رہا ہے
کہ حضورِ اکرمؐ جن کے لئے مالکِ دوجہاں نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

(وہ اپنی خواہش نفس سے گفتگو نہیں کرتے، بلکہ یہ تو صرف

وحی ہے، جو اُن پر بھیجی جاتی ہے)

اُس پیغمبرؐ نے اہلبیتؑ طاہرینؑ کے بارے میں اعلان فرمادیا کہ:

"یہ مجھ سے ہیں، میں ان سے ہوں"

اور ـــ فارسی شاعر نے اس مفہوم کی یُوں ترجمانی کی ہے کہ:

تاکس نگوید بعد ازاں
من دیگرم تو دیگری

٭

اب جن مقدس ہستیوں کے گوشت اور خون کو حضورِ اکرمؐ نے اپنا گوشت و خون قرار دیا ہو، وہ اگر حضورِ اکرمؐ ہی کی طرح، ساری مخلوقات کے لئے سرچشمۂ فیض وجود اور منبع رحمت و کرم بن جائیں تو کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیئے۔

لہٰذا اگر تاریخ کے صفحات پر یہ واقعہ نظر آئے کہ:

امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر جب آسمان سے فرشتوں نے نازل ہو کر حضورِ اکرمؐ کی بارگاہ میں مبارکباد پیش کی، اور پھر حسینؑ کے جسم ۔ یا اُن کے گہوارے سے ۔ مَس ہونے کی بنا پر فطرس کو دوبارہ "بال و پر" مل گئے، اُس کی خطا بخشی گئی، اور وہ پرواز کے قابل ہوگیا، تو اس سے انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

چنانچہ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور دیگر اکابرِ ملت کا بیان ہے کہ:

"جب حضرت امام حسینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی تو خداوندِ عالم نے جبرئیلِ امین کو حکم دیا کہ فرشتوں کے ساتھ حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوں اور خداوندِ عالم کی طرف سے آپ کو مبارکباد پیش کریں۔

اور جب جبرئیل امین، زمین کی طرف جا رہے تھے، اُن کا گذر ایک جزیرہ کی طرف سے ہوا، جہاں پر فطرس زیرِ عتاب تھا...

فطرس نے جب یہ منظر دیکھا کہ جبرئیلِ امین بکثرت فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف تشریف لیے جا رہے ہیں تو اُس نے جناب جبرئیلؑ سے پوچھا کہ:

"کہاں کا ارادہ ہے؟

جبرئیلؑ امین نے فرمایا کہ:

چونکہ خداوندِ عالم نے (اپنے حبیب حضرت) محمد مصطفیٰؐ کو ایک (عظیم الشان) نعمت عطا فرمائی ہے (اُن کے چھوٹے نواسے حسینؑ دنیا میں تشریف لائے ہیں) اس لئے ہم لوگوں کو بھیجا ہے کہ حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں مبارکباد پیش کریں۔

فطرس نے عرض کیا۔

"اے جبرئیلؑ ۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو، شاید حضورِ اکرمؐ میرے لئے دُعا فرمائیں، اور پروردگارِ عالم کی طرف سے مجھے بخشش نصیب ہو۔

جناب جبرئیلؑ امین نے اُس فرشتے کو اپنے ساتھ لیا، اور جب حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام اور مبارکباد پیش کر چکے تو "فطرس" کی حالت بیان (کر کے اُس کے بارے میں سفارش) کی۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

فطرس سے کہو: اپنے جسم کو "اِس مولودِ مسعود" (حسینؑ) سے مَس کرے اور اپنی جگہ واپس چلا جائے۔

یہ سُن کر فطرس نے اپنا جسم حضرت امام حسین علیہ السلام سے مَس کیا

اور اُس کے بال و پر واپس آ گئے۔

روایت کے الفاظ ہیں کہ: (بال و پر واپس ملنے کے بعد) فطرس پرواز کرتا ہوا آسمان کی طرف روانہ ہوا، اور یہ کہتا ہوا چلا کہ:

مَنْ مِثْلِیْ، اَنَا عَتِیْقُ الْحُسَیْنِ ——— !

"میرے جیسا کون ہے۔؟ میں تو حسینؑ بن علیؑ کا آزاد کردہ ہوں"۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے: امالی شیخ طوسی، صفحہ نمبر ۳۶۷)
امالی شیخ صدوق ص۱۲۰، کامل الزیارات: ابن قولویہ ص ۶۴
بحار الانوار جلد ۴۳، صفحہ ۲۴۵، منتہی الامال جلد ۱، صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲)

وغیرہ

"

شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

فطرس نے آسمان کی طرف جانے سے قبل حضور اکرمؐ کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا:

"اے خدا کے رسولؐ —— آپ کی اُمت، آپکے اس نورِ نظر کو شہید کر دیگی۔

البتہ مجھ پر انہوں نے جو احسان فرمایا ہے اُس کی بناء پر میں یہ ذمہ لیتا ہوں کہ (مشرق و مغرب میں جہاں بھی) کوئی شخص انکی زیارت پڑھے گا اس کی زیارت کو امامؑ کی خدمت میں پیش کروں گا، جو شخص انھیں سلام کریگا اس کا سلام امامؑ تک پہونچاؤں گا، اور جو شخص ان کی خاطر درود پڑھے گا، اس کا درود امام علیہ السلام تک پہونچانے کا فرض ادا کروں گا۔

(امالی شیخ صدوق ص۱۲۰)

نامناسب نہ ہوگا، اگر اس جگہ اُس روایت کا بھی ذکر کر دیا جائے جسے "موسوعہ کلمات الامام الحسین" کے مؤلف نے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے:

جناب سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں، بغیر موسم کے، کچھ انگور تحفہ کے طور پر پیش کئے گئے تو آپؐ نے فرمایا:

"اے سلمانؓ! میرے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو لاؤ، تاکہ وہ بھی میرے ساتھ یہ انگور تناول کریں۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ:

میں حکم رسول کے مطابق روانہ ہوا، اور جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا دروازہ کھٹکھٹایا، مگر وہ دونوں شہزادے وہاں موجود نہیں تھے۔

میں نے واپس جاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ: آپؐ کے دونوں نواسے گھر میں موجود نہیں ہیں۔

یہ سن کر حضور اکرمؐ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بچوں کی تلاش میں نکلے، اور اُن کے نہ ملنے سے آپ انتہائی مضطرب نظر آرہے تھے۔

(بار بار) کھڑے ہوتے تھے، اور فرماتے تھے:

"اے میرے بچو! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک (اے میرے لئے راحتِ جاں)۔

پھر فرمایا کہ:

"جو شخص بھی مجھ تک ان بچوں کو پہونچائے گا اُسے جنت کی بشارت دیتا ہوں!

اسی اثناء میں جبرئیلؑ امین تشریف لائے اور دریافت فرمایا :

"اے خدا کے رسولؐ آپ اس قدر بے چین کیوں ہیں؟

فرمایا کہ : میں اپنے فرزندوں : حسنؑ و حسینؑ کے لئے پریشان ہوں اور مجھے اُن دونوں کے بارے میں یہودیوں کی شرارت کا اندیشہ ہے[1]

یہ سن کر جبرئیلِ امین نے کہا کہ :

(یہودیوں کی شرارت اپنی جگہ) البتہ آپ ان دونوں شہزادوں کے بارے میں منافقین کی ریشہ دوانیوں کی طرف توجہ فرمائیں، کیونکہ وہ یہودیوں سے زیادہ مکار ہیں۔

(اس کے بعد جبرئیلؑ امین نے خبر دی)

"یا حضرتؐ —— آپ کے دونوں شہزادے ۔ حسنؑ و حسینؑ ۔ اس وقت بنو دحداح کے باغ میں آرام کر رہے ہیں۔

یہ سن کر آنحضرتؐ اُسی وقت مذکورہ باغ کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پہونچے تو یہ منظر دیکھا کہ : دونوں شہزادے ایک دوسرے کے

---

[1] اس فقرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ان دونوں شہزادوں کی انتہائی کمسنی کے زمانہ کا ہے کیونکہ سنہ ۷ ہجری میں تو خیبر فتح ہو گیا تھا، جس کے بعد یہودیوں کی شرارت کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔

فتح خیبر کے وقت حضرت امام حسنؑ کی عمر ۴ سال اور امام حسینؑ کی عمر ۳ سال کے قریب تھی، جب کہ یہ واقعہ اس سے قبل کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت ان شہزادوں کی عمریں اور بھی کم تھیں۔

نیز، حضور اکرمؐ کے اضطراب سے اندازہ ہوتا ہے کہ :

قوم یہود اپنی شرارت اور بداعمالی میں کتنی آگے بڑھی ہوئی تھی کہ حضور اکرمؐ کو اپنے کمسن شہزادوں کے بارے میں ہر وقت فکر دامنگیر رہتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان دونوں شہزادوں کو تنہا پاکر قوم یہود کے بدسرشت افراد انھیں گزند پہونچانے کی کوشش کریں۔

گلے میں باہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں اور اُن کے نزدیک ہی ایک خوفناک "جانور" ہے، جس کے مُنہ میں پھول کی ایک ٹہنی ہے جس کے ذریعہ سے وہ اُن دونوں کے چہرے پر گویا پنکھا جھل رہا ہے۔

جب اُس جانور نے حضرت رسولؐ خدا کو دیکھا تو اپنے مُنہ سے وہ ٹہنی گرادی، اور (حضور اکرمؐ کو مخاطب کر کے بولا) :

خدا کے رسولؐ آپ پر سلام ہو۔

"میں درحقیقت "جانور" نہیں ہوں —— بلکہ ملائکہ کروبین میں سے ایک فرشتہ ہوں، کچھ دیر کے لئے ذکرِ خدا سے غافل ہو گیا تھا، تو خداوندِ عالم نے سزا کے طور پر مجھے اس صورت میں تبدیل کر دیا، جیسا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

پھر مجھے آسمانوں سے نکال کر زمین پر ڈال دیا گیا

کئی برس گذر چکے ہیں، میں خداوندِ عالم کی بارگاہ میں گذارش کرنے کیلئے ایسے صاحب فضل و کرم بندے کی تلاش میں ہوں جو میری سفارش کر دیں تو ہو سکتا ہے خداوندِ عالم میرے حال پر رحم فرمائے اور پہلے کی طرح دوبارہ فرشتہ بنا دے، بیشک وہ ہر چیز پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔

د،

حضور اکرمؐ نے (بچوں کو دیکھا تو) اُن کے قریب گئے اور انھیں پیار کرنا شروع کیا یہاں تک کے دونوں جاگ گئے اور حضور اکرمؐ کے زانو پر بیٹھ گئے۔

اب آنحضرتؐ نے ان دونوں شہزادوں سے فرمایا :

اے بیٹو ۔ یہ اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا، لمحہ بھر کیلئے ذکرِ خدا سے غافل ہوا تو اللہ نے اِس کو (جانور کی شکل میں تبدیل

کردیا۔ میں تم دونوں سے اس کی سفارش [illegible] ہوں۔ تم دونوں خداوند عالم سے سفارش کردو۔

یہ سن کر دونوں شہزادوں نے اٹھ کر وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، اور پھر یہ دعا کی:

اللّھم بحق جدنا الجلیل الحبیب محمدؐ المصطفیٰ، وبابینا علی المرتضیٰ وبامنا فاطمۃ الزھراء الاما رددتہ الی حالتہ الاولیٰ۔

(خداوندا۔ تجھے ہمارے جلیل القدر نانا، تیرے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہمارے والد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام، ہماری مادرِ گرامی جناب فاطمۃ الزہراؑ، کا واسطہ کہ تو اس (فرشتے) کو اس کی سابقہ حالت پر پلٹا دے۔

جیسے ہی شہزادوں کی دعا مکمل ہوئی، جبرئیلؑ امین آسمان سے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ نازل ہوئے، اور اس فرشتے کو خوشخبری سنائی کہ خداوندِ عالم (نے دعا قبول فرمائی) اس فرشتے سے راضی ہوگیا، اور اب اسے اس کی سابقہ حالت پر پلٹا رہا ہے۔

پھر تمام فرشتے، خداوندِ عالم کی تسبیح پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف چلے گئے ——— اور جبرئیلؑ امین خوشی کے ساتھ حضور اکرمؐ کی طرف واپس آئے، اور کہا۔

"اے خدا کے رسولؐ، وہ فرشتہ (جسے شفا نصیب ہوئی) آسمان کے دوسرے فرشتوں پر فخر کرتا اور یہ کہتا (ہوا گیا) ہے کہ:

"من مثلی وانا فی شفاعۃ السیدین السبطین:
الحسنؑ والحسینؑ"

(میرے جیسا کون ہوسکتا ہے، میری سفارش (پیغمبر اکرمؐ کے) دونوں نواسوں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے فرمائی ہے، جو سید و سردار ہیں)

ملاحظہ فرمایئے: موسوعۃ کلمات امام حسینؑ (صفحہ ۹، ۱۰)

بحوالۂ بحار الانوار جلد ۴۳، صفحہ ۳۱۳ اور العوالم جلد ۱۶)

تہنیت اور تعزیت

امامِ مظلوم کی شہادت کی خبر، بزمِ ملکوت کے فرشتوں نے جب سُنی، تو انہوں نے بھی غم منایا، اور جب حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں نواسہ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ملائکہ مقربین تہنیت اور مبارک باد پیش کرنے کیلئے حاضر ہوئے، تو انہوں نے حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں تعزیت بھی پیش کی جیساکہ فطرس والی روایت میں بھی اس کی طرف اشارہ گذرا۔

جنابِ شیخ قمی تحریر فرماتے ہیں کہ:

(حضرت امام حسینؑ اپنے نانا رسولِ خدا کی آغوش میں تھے، جب آپؐ کو فرشتوں نے نواسے کی مبارک باد پیش کی، اور واقعۂ شہادت بیان کرکے تعزیت پیش کی، تو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نواسے کو بوسہ دیا، گریہ کیا، اور ارشاد فرمایا، کہ:

(اے نورِ نظر) "تمہیں بہت عظیم مصائب کا سامنا ہے۔"

(پھر آپؐ نے دستِ دعا بلند کرکے فرمایا:

"خداوندا! (حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت فرما۔"

(ملاحظہ فرمائیے: منتہی الامال جلد۱ صفحہ۹۵)

❁

مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ:

حضورِ اکرمؐ کا قول بھی حجت ہے، فعل بھی اور تقریر بھی۔

یعنی اگر آپؐ نے کوئی بات کہی ہو تو وہ بھی سند ہے۔

کوئی عمل انجام دیا ہو تو وہ بھی سند ہے۔

اور آپؐ کے سامنے کوئی عمل انجام دیا گیا ہو اور آپؐ نے منع نہ فرمایا ہو تو آپؐ کا یہ طرزِ عمل بھی سند ہے۔

اور مذکورہ بالا روایت میں اس بات کی تصریح ہے کہ:

حضورِ اکرمؐ نے امام حسینؑ پر گریہ فرمایا اور آپؑ کے قاتلوں پر لعنت فرمائی۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ:

حضرت امام حسینؑ پر رونا بھی سنتِ رسولؐ ہے ——— اور آپؑ کے قاتلوں پر لعنت کرنا بھی سنتِ رسولؐ ہے۔

❁

اور جنابِ شیخ طوسی کی کتاب "امالی" کی روایت ہے کہ:

جب قیامت کا دن ہوگا تو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے نواسے) حضرت امام حسینؑ کے ساتھ عرصۂ محشر میں تشریف لائیں گے اپنا دستِ مبارک، امام حسینؑ کے سرِ اقدس پر رکھیں گے، جس سے خون بہہ رہا ہوگا۔ پھر خداوندِ عالم کی بارگاہ میں فریاد کریں گے:

"پالنے والے ——— میری اُمت سے باز پُرس فرما ——— ان لوگوں نے میرے نواسے کو کیوں شہید کیا ———؟"

(ملاحظہ فرمائیے: امالی شیخ طوسی صفحہ؟ حدیث ۲۶۰)

❁

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

امام حسینؑ اپنے نانا رسولِ خدا کی آغوش میں تھے اور آنحضرتؐ اُن کے ساتھ کھیل بھی رہے تھے انھیں ہنسا بھی رہے تھے۔

یہ دیکھ کر آپؐ کی شریکِ حیات نے کہا کہ:

"اے خدا کے رسولؐ ۔ آپ کس قدر اس بچّے کے ساتھ خوش ہیں:

یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا کہ:

"یہ بچّہ، میرا میوۂ دل ہے، نورِ نظر ہے، میں کیسے خوش نہ ہوں!! البتہ (نہایت رنج و افسوس کی بات یہ ہے کہ):

میری امّت کے لوگ اِن کو شہید کریں گے۔

لیکن

جو لوگ، ان کی شہادت کے بعد، ان کی زیارت کریں گے، پروردگارِ عالم انھیں حج کا ثواب عطا کرے گا۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے: کامل الزیارات ص۶۱

اور منتہی الامال جلد۱ ص۶۱۷ — وغیرہ)

٭

اور بعض روایات سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت سے قبل ہی، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوندِ عالم کی طرف سے یہ خبر دی جا چکی تھی کہ:

"آپ کا یہ فرزند شہید ہوگا۔

... اور جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو بھی اس بات کی خبر تھی، جس کا آپؐ کو بہت رنج تھا۔

چنانچہ حافظ رشید الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی ___ المعروف با بن شہر آشوب ابن ابو نصر ابن ابو جیش السروی المازندرانی ___ نے اپنی مشہور کتاب "مناقب" میں لکھا ہے کہ:

"ان اللہ تعالیٰ هنأ النبیؐ بحمل الحسین (ع)، وولادته، وعزاه بقتله، فعرفت فاطمةؑ، فکرهت ذلك..."

(جب امام حسینؑ شکمِ مادر میں تھے تو خداوندِ عالم نے اُن کی دنیا میں تشریف آوری کے بارے میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکباد بھی پیش کی۔

اور اُن کے شہید ہونے کی تعزیت بھی پیش کی۔

یہ بات جنابِ فاطمہ زہراؑ کو معلوم ہوئی تو آپؑ کو بہت رنج پہنچا۔

(ملاحظہ فرمایئے "کتاب الانوار"

بحوالہ: مناقب ابن شہر آشوب جلد۲ ص۲۹)

٭

شہر بن حوشب کا بیان ہے کہ:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی، اور اس وقت امام حسین علیہ السلام آپؐ کے کاندھوں پر تھے۔

جبرئیلؑ نے (یہ منظر دیکھ کر حضورِ اکرم سے) دریافت کیا:

"کیا آپ اِس بچّے سے (بہت) محبت کرتے ہیں۔؟"

حضورِ اکرم نے فرمایا: کیا میں اپنے فرزند سے محبت نہ کروں؟

یہ سن کر جبرئیلؑ امین نے کہا کہ:

"آپؐ کے بعد آپ کی اُمّت، اِن کو قتل کر دے گی۔

پھر جبرئیلؑ امین نے تھوڑی سی سفید مٹی اٹھائی، اور حضورِ اکرم سے کہا کہ:

"اے خدا کے رسولؐ!

جس جگہ آپؐ کا یہ فرزندؑ شہید کیا جائے گا اُس کا نام طف (کربلا) ہے، اور یہ خاک اُسی سرزمین کی ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ - صفحہ ۲۱۳)

(۶)

اسی طرح، اربابِ تاریخ نے جنابِ اُمّ سلمیٰؓ کی یہ روایت بھی معتبر اسناد کے ساتھ نقل کی ہے کہ:

"حضور اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اپنے چھوٹے نواسے کے ساتھ کھیل رہے تھے، کبھی پیشانی کو چومتے، کبھی رخسار کا بوسہ لیتے، کبھی کاندھے پر بٹھاتے اور کبھی آغوش میں لیتے... اس دوران میں دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

اچانک مجھے حضورِ اکرم کے رونے کی آواز آئی۔

میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور آپؐ سے رونے کا سبب پوچھا، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

ابھی ابھی جبرئیلِ امینؑ آئے تھے جنھوں نے خبر دی ہے کہ میرا یہ نواسہ کربلا کی سرزمین پر، تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوگا۔

(نقل بالمعنی)

(۷)

اس مضمون کی دوسری روایات سے عالمِ اسلام کی معتبر کتابیں بھری ہوئی ہیں، جن میں سے ہم نے اس جگہ صرف چند روایتوں کا

تذکرہ کیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ:

فرشتے، جو حضورِ اکرم کی خدمت میں اُن کے نواسے کی ولادت پر مبارکباد پیش کر رہے تھے، وہ آپؐ کی شہادت کی خبر سُنا کر تعزیت بھی پیش کر رہے تھے۔

آپ کے کچھ القاب

علامہ رشید الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن شہر آشوب ابن ابو نصر ابن ابی حبیش سروی مازندرانی نے اپنی مشہور کتاب "المناقب" میں سرکارِ سید الشہداء حضرت امام حُسین علیہ السلام کے بعض القاب کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ قلمبند کیا ہے (جسے ترجمہ کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے)

الشهيد السعيد، والسبط الثانی، والامام الثالث المبارك والتابع لمرضات الله، المحتق بصفات الله والدليل على ذات الله، افضل ثقات الله، المشغول ليلاً ونهاراً بطاعة الله، الشاری بنفسه لله، الناصر لاولياء الله، المنتقم من اعداء الله، الامام المظلوم، الاسير المحروم الشهيد المرحوم، القتيل المعصوم، الامام الشهيد، الولی الرشيد الوصی السديد، الطريد الفريد، البطل الشديد۔

الطيب الوفی، الامام الرضی، ذو النسب العلی، المنفق الملی، ابوعبد الله الحُسين بن علیؑ

منبع الائمة، شافع الامه، سيد شباب اهل الجنة،

وعبرة كل مومن ومومنه۔

صاحب المحنة الكبرىٰ والواقعة العظمیٰ وعبرة المومنين فی دار البلوىٰ ومن كان بالامامة احق واولی، المقتول بكربلا، ثانی السيد الحصور يحيیٰ ابن النبی الشهيد زكريا، الحُسين بن علی المرتضیٰ، زين المجتهدين، وسراج المتوكلين مفخر ائمة المهتدين، وبضعة كبد سيد المرسلين۔

نور العترة الفاطميه وسراج الانساب العلويه و شرف غرس الاحساب الرضويه، المقتول بايدی شر البريه۔

سبط الاسباط وطالب الثار يوم الصراط۔

اكرم العتر، واجل الاسر، واثمر الشجر، وازهر البدر، معظم مكرّم موقر، منظف مطهر۔

اكبر الخلائق فی زمانه فی النفس، واعزهم فی الجنس۔

اذكاهم فی العرف، واوفاهم فی العرف۔

اطيب العرق، واجمل الخلق، واحسن الخلق۔

قطعة النور، ولقلب النبی سرور، المنزه عن الافك والزور، وعلى تحمل المحن والاذى صبور مع القلب المشروح حسور۔

مجتبیٰ الملك الغالب، الحُسين بن علی بن ابی طالبؑ

و

من ابوه الرسول، وامه البتول۔

وشاهده التوراة والانجيل۔

وناصرہ التاویل والتنزیل۔
والمبشر بہ جبرئیل ومیکائیل۔
غذتہ کف الحق
وربی فی حجر الاسلام
ورضع من ثدی الایمان

(مناقب: ابن شہر آشوب: ۲۳۲، ۲۳۳)

(شہید سعید۔
دوسرے نواسے۔
تیسرے امام۔
صاحب یمن و برکت۔
خوشنودی خدا کے مطابق عمل کرنے والے۔
صفات الٰہی کے مظہر اور پرتو۔
ذات الٰہی پر دلیل و برہان۔
اللہ پر اعتماد کرنے والوں میں افضل۔
شب و روز خدا کی اطاعت میں مصروف رہنے والے۔
اپنی ذات کا سودا کرکے خوشنودیٔ پروردگار حاصل کرنے والے۔
اولیائے خدا کے ناصر و مددگار
دشمنانِ خدا سے حقِ انتقام رکھنے والے۔
امامِ مظلوم۔
محرومیوں کے صحرا میں گرفتار۔
وہ شہید و قتیل جس پر رحمتِ الٰہی سایہ فگن ہے۔

شہادت پر فائز ہونے والا مقتدا۔
صاحب ارشاد و ہدایت ولی۔
صاحب استقامت وصی۔
وہ شجاع و جواں مرد ـــــ (جس کے ساتھیوں کو شہید اور اسیر) یک و تنہا کر دیا گیا۔
پاک و پاکیزہ صاحبِ وفا
پسندیدہ پیشوا۔
بلند مرتبہ نسب والا۔
ہر وقت داد و دہش کرنے والا صاحب۔ استغنا۔
ہمارا آقا ابو عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام
معدن امامت
شفیعِ امت
جوانانِ جنت کا سردار۔
اور ہر مومن اور مومنہ کیلئے سرمایۂ نصیحت۔
مہتم بالشان آزمائش (سے گذرنے) والا
اس دارِ ابتلاء میں صاحبانِ ایمان کیلئے سبق آموز۔
امامت و رہنمائی کا سب سے زیادہ حقدار۔
کربلا کی سرزمین پر شہید کیا جانے والا۔
مثلِ جنابِ یحییٰ بن زکریا، سید شہید باصفا۔
(حضرت امام حسین فرزند (حضرت) علی مرتضیٰ۔
راہِ خدا میں) جہاد کرنے والوں کی زینت۔

(خدا پر) اعتماد کرنے والوں کے لئے چراغ (راہ)۔
ہدایت یافتہ رہنماؤں کیلئے باعث افتخار۔
اور سردارِ انبیاء کا لختِ جگر۔
عترتِ طاہرہ (حضرت فاطمہ زہراؑ) کا نور۔
علوی خاندان کا چراغ۔
بلند مرتبہ اور پسندیدہ شجرۂ نسب کا فضل و شرف۔
جو بد سرشت (اور جفاکار لوگوں کے) ہاتھوں شہید کیا گیا۔
اولادِ انبیاء میں نہایت عالی وقار۔
جس کے خون کا روزِ محشر انتقام لیا جانے والا ہے۔
عترت کے لحاظ سے سب سے معزز۔
خاندان کے اعتبار سے سب سے بلند۔
شجرہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ (بابرکت) و ثمر بار۔
روشن ماہتاب۔
صاحبِ عظمت و کرم و وقار۔
پاکیزہ، طیّب و طاہر۔
نفس کے اعتبار سے اپنے زمانہ میں سب سے بلند مرتبہ۔
اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ معزز۔
سب سے زیادہ صاحبِ فہم و فراست اور صاحبِ ایثار و وفا۔
جس کا خاندان طیّب و طاہر۔
جس کی خلقت سب سے جمیل۔
جس کے اخلاق سب سے حسین۔

پارۂ نور۔
قلبِ پیغمبر کا سرور
شدائد و آزمائش کی برداشت میں سب سے زیادہ صبور۔
ہر لغو و لاطائل سے دُور۔
اور جس کا قلب آلائشوں سے منفور۔
اللہ کی طرف سے منتخب روزگار (پیشوا اور رہنما)
حضرت حسین ابن علی علیہ السلام

جن کے نانا: رسولِ خدا۔
جن کے بابا: علیؑ مرتضیٰؑ
جن کی ماں: فاطمہ زہراؑ
جن کے بھائی: حسنِ مجتبیٰؑ
اور جن کی اولاد: ائمہ ھُدیٰ
توریت و انجیل اُن کے گواہ۔
جبرئیل و میکائیل ان کی بشارت دینے والے۔
وادیٔ حق سے غذا حاصل کرنے والے۔
اسلام کی آغوش میں پرورش پانے والے۔
اور ایمان کے سرچشمہ سے سیراب ہونے والے۔

فرزندِ رسول الثقلین

مخالفین کی طرف سے اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ: ہم لوگ سرکارِ سید الشہداء حضرت امام حسینؑ یا آپ کے برادرِ بزرگ امام مسموم حضرت امام حسن علیہ السلام کو فرزندِ رسولؐ کیوں کہتے ہیں، جبکہ یہ دونوں حضرات پیغمبر اکرمؐ کے نواسے ہیں۔

لیکن یہ حضرات بھول جاتے ہیں کہ خالقِ کائنات نے سورۂ مبارکہ آلِ عمران میں حضورِ اکرمؐ کی طرف سے نصارائے نجران کو مباہلہ کی دعوت دی اس میں فرزندوں کا تذکرہ ہے اور تمام تاریخیں اور تفسیریں متفق ہیں کہ حضورِ اکرمؐ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ فرزندانِ پیغمبر ہیں۔

سورۂ مبارکہ آلِ عمران میں خالقِ دوجہاں نے حضورِ اکرمؐ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ.

(تو جو شخص، آپ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی، آپ سے اس میں بحث کرے تو آپ کہہ دیجئے کہ: آؤ ہم بلاتے ہیں اپنے فرزندوں کو اور تمہارے فرزندوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو۔ پھر ہم عاجزی کے ساتھ (گڑگڑا کر) التجا کریں، اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں)

(سورۂ آلِ عمران پارہ ۳، آیت ۶۱)

اور جیسا کہ مفسرینِ کرام نے لکھا ہے:

اس آیت کو: "آیتِ مُباہلہ" کہا جاتا ہے، مباہلہ کے معنی ہیں:

دو فریق کا ایک دوسرے پر لعنت، یعنی بد دعا کرنا۔

مطلب یہ ہے کہ: جب دو فریقوں میں کسی معاملے کے حق یا باطل ہونے میں اختلاف و نزاع ہو، اور دلائل سے وہ اختلاف ختم ہوتا نظر نہ آتا ہو، تو دونوں فریق بارگاہِ الٰہی میں یہ دُعا کریں کہ:

"یا اللہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہو اس پر لعنت فرما۔"

(تفسیر: صلاح الدین)

آیت کا پس منظر یہ ہے کہ:

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں نجران کے عیسائیوں کو حضورِ اکرمؐ نے بہت سمجھایا کہ اُن کو خدا کا بیٹا مت کہو، وہ اللہ کے بندے اور رسولؑ تھے۔ آپؐ نے اُن لوگوں کے سامنے حضرت آدمؑ کی مثال بھی پیش کی کہ:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

(خدا کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ جیسی ہے، جن کو مٹی سے پیدا کیا، پھر کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گئے)

(سورۂ آلِ عمران آیت ۵۹)

مگر اس کے باوجود وہ لوگ نہیں مانے، بلکہ اپنی ضد پر قائم رہے تو خداوندِ عالم نے اُن لوگوں کو "مباھلہ" کی دعوت دی۔

چنانچہ حضورِ اکرم اور نصارائے نجران کے درمیان یہ قول و قرار ہوا کہ:

فلاں جگہ، فلاں وقت، ہم اور تم دونوں، اپنے بیٹوں، عورتوں اور نفسوں کو لے کر جمع ہوں، اور رو کر گڑگڑا کر خداوندِ عالم سے درخواست کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو، اس پر لعنت کرے، (عذاب نازل کرے)...

جب وقت مقرر آیا تو حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے برآمد ہوئے کہ حسنؑ و حسینؑ کو آگے، اپنے ساتھ لیا، اپنے پیچھے حضرت فاطمہؑ کو رکھا، اور اُن کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو۔

گویا جو آیت کی ترتیب تھی بعینہٖ وہی برقرار رکھی۔

آیت میں پہلے ۲ فرزندوں کا تذکرہ ہے تو آپؐ نے حسنؑ و حسینؑ کو سب سے آگے رکھا: اسکے بعد عورتوں کا تذکرہ ہے (تو دُنیا بھر کی عورتوں کی نمائندگی کے لئے) جناب فاطمہؑ زہرا کو اپنے ساتھ لیا۔ اور آخر میں نفس کا تذکرہ ہے تو حضرت علیؑ کو ساتھ لے کر واضح کر دیا کہ پوری دنیا میں صرف حضرت علیؑ ہی "نفسِ رسولؐ" ہیں۔

(۱)

مباہلہ" کے اس واقعے کا تقریباً تمام مفسرین کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں تذکرہ کیا ہے جن میں چند ایک کا نمونے کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے:

علّامہ جلال الدین سیوطی نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

خرج، ومعہ الحسنؑ، والحسینؑ، وفاطمہؑ وعلیؑ وقال لھم:

اذا دعوت فامّنوا۔

(حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم مباہلہ کے لئے) نکلے تو انکے ساتھ حسنؑ و حسینؑ (جناب) فاطمہؑ اور (حضرت علیؑ) بھی تھے، آنحضرتؐ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ:

"جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا"

ملاحظہ فرمائیے: تفسیر جلالین مطبوعہ مصر ۳۴

(۲)

اور علّامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ:

فاتوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، وقد غدا محتضنا الحسینؑ، آخذا بید الحسنؑ وفاطمہ تمشی خلفہ، وعلی رضی اللہ عنہ خلفہا، وھو یقول:

"اذا انا دعوت فامّنوا"

(یعنی نصارائے نجران حضرت رسولؐ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آنحضرتؐ صبح کے وقت (مباہلہ کے لئے) اس شان سے نکلے کہ:

حسینؑ کو گود میں لئے ہوئے تھے، حسنؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ (جناب) فاطمہؑ آنحضرتؐ کے پیچھے تھیں، اور حضرت علیؑ اُن کے پیچھے تھے۔ اور حضورِ اکرم ان لوگوں سے فرما رہے تھے کہ:

"جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا")

(ملاحظہ فرمائیے: تفسیر بیضاوی جلد ۱)

علّامہ علی بن احمد نے تفسیر تبصیر الرحمٰن (مطبوعہ مصر) ـــــ اور علّامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشّاف میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

البتہ علّامہ خازن نے، مذکورہ بالا واقعہ درج کرتے ہوئے یہ فقرہ بھی لکھا ہے کہ:

اراد بالابناء: الحسنؑ والحسینؑ...

(خداوند عالم کا مقصود) فرزندانِ (پیغمبرؐ) سے حسنؑ و حسینؑ تھے)

ملاحظہ فرمایئے: تفسیر خازن جلد ۱، صفحہ ۲۴۲)

یہی روایت علّامہ نسفی نے تفسیر مدارک میں بھی نقل کی ہے۔

اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

قال جابر: انفسنا وانفسکم: رسول اللہ وعلیؑ ـــ وابناءنا: الحسن والحسینؑ ـــ ونساءنا: فاطمۃؑ۔

(جنابِ جابرؓ سے منقول ہے کہ اس آیت میں:
نفسوں سے مراد: رسولِ خدا اور حضرت علیؑ۔
فرزندوں سے مراد: حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ۔
اور عورتوں سے: جنابِ فاطمہؑ مراد ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے: تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۵۵)

۵

علّامہ فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر" میں لکھا ہے کہ:

کان رسول اللہ خرج وعلیہ مرط من شعر اسود، وکان قد احتضن الحسینؑ، واخذ بید الحسنؑ، وفاطمۃ تمشی خلفہ، وعلی رضی اللہ عنہ خلفہا۔

وھو یقول: "اذا دعوت فامّنوا"

فقال اسقف نجران:

یا معشر النصاریٰ، انی لاریٰ وجوھا لو سألوا اللہ ان یزیل جبلا من مکانہ لازالہ بہا، فلا تباھلوا فتہلکوا ولا یبقی علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیامۃ۔

(حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے میدانِ مباہلہ میں تشریف لائے کہ: آپ کالا کمبل اوڑھے ہوئے تھے حسینؑ کو گود میں لئے ہوئے تھے، اور حسنؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے
آپؐ کے پیچھے جنابِ فاطمہؑ، اور ان کے پیچھے علیؑ تھے۔
آنحضرتؐ اُن لوگوں سے فرما رہے تھے کہ:
"جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا"
ان لوگوں کو دیکھ کر نصارائے نجران کے سردار نے کہا
"اے عیسائیو! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں جو اگر خدا سے دعا کریں کہ وہ پہاڑ کو اسکی جگہ سے ہٹا دے تو خدا ضرور ہٹا دے گا۔
لھذا تم لوگ ان حضرات سے ہرگز مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر ایک نصرانی بھی باقی نہ رہے گا۔

آگے چل کر علّامہ فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے کہ:

ھذہ الآیۃ دالۃ علی ان الحسنؑ والحسینؑ کانا ابنی رسول اللہ۔ وعد ان یدعوا ابناءہ، فدعا الحسنؑ والحسینؑ، فوجب ان یکونا ابنیہ۔

یعنی یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ:
حضرت حسنؑ و حسینؑ، حضرت رسولِ خدا کے فرزند تھے —— کیونکہ (قرآن کے اعلان کے مطابق) حضورِ اکرمؐ نے وعدہ فرمایا تھا کہ:
مباہلہ کے لئے اپنے بیٹوں کو لائیں گے۔
(اور وقتِ مقررہ پر جب مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے تو) آپؐ نے حضرت حسنؑ و حسینؑ کو اپنے ساتھ لیا —— تو یہ واضح ہو گیا کہ:
یہ دونوں حضرات، حضرت رسولِ خدا کے فرزند ہیں)

(ملاحظہ فرمایئے: تفسیر کبیر جلد ۲)

و

...وثبت فی صحیح البخاری،
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قال للحسن بن علی:

"ان ابنی ھذا سید"

(صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے حضرت حسنؑ بن علیؑ کے بارے میں فرمایا تھا کہ:
"میرا یہ فرزند سیّد (و سردار) ہے۔"

(ملاحظہ فرمایئے: تفسیر کبیر مطبوعہ مصر)

حُسینٌ مِنّی وَ اَنَا مِنَ الحُسَین

حضورِ اکرم، خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو ارشادات سرکار سیّد الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اُمّتِ مسلمہ کی بیشتر معتبر کتابوں میں ملتے ہیں ان میں سب سے مشہور فرمان یہ ہے کہ: "حسینٌ منی وانا من الحسین"
(حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں)
جیسے برادرانِ اہلسنت کے علامہ شبلنجی نے کتاب "نور الابصار" میں
" " ابن حجر مکی نے " "الصواعق المحرقہ" میں
" " مولانا صدر الدین نے " "سوانح المصطفیٰ" میں
نہایت شرح و بسط کے ساتھ اور صحاح ستہ میں سے:
جامع ترمذی صفحہ ۴۶۶ (طبع قدیم)
مشکوٰۃ " ۱۳۶
اسی طرح علامہ علی متقی قادری کی مشہور و معروف کتاب "کنز العمال" جلد ۵ میں بھی معتبر اسناد کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے۔
اور ترمذی کے حاشیہ پر اس کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ:
"حسینٌ منی وانا من الحسین"
کانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم بنور الوحی ما سیحدث بینہ وبین القوم، فخصہ بالذکر وبیّن انھما کالشئ الواحد فی وجوب المحبۃ وحرمۃ التعرض والمحاربۃ واکد ذلک بقولہ:

"احب اللہ من احب حسینا"

فان محبتہ : محبۃ الرسول، و محبۃ الرسول : محبۃ اللہ

(العینی :

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا کہ :

"حسینؑ مجھ سے ہیں میں حسینؑ سے ہوں"

تو گویا آنحضرتؐ کو نورِ وحی و نبوت سے معلوم ہو گیا تھا کہ :
امام حسین علیہ السلام اور آنحضرتؐ کی اُمت کے درمیان کیا واقعات پیش آنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے امام حسین علیہ السلام کا خاص طور سے ذکر کیا۔ (اور اس ارشاد مقدس کے ذریعہ سے) یہ وضاحت بھی فرما دی کہ :

"جس طرح آنحضرتؐ سے محبت واجب ہے، اسی طرح امام حسینؑ سے، جس طرح آنحضرتؐ کی مخالفت حرام ہے، اُسی طرح امام حسینؑ کی مخالفت حرام ہے، اور جس طرح آنحضرتؐ سے جنگ کرنا ممنوع ہے اُسی طرح امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنا ممنوع ہے، گویا وجوبِ محبت، حرمتِ مخالفت، اور جنگ کی ممانعت میں دونوں ایک جیسے ہیں۔

اور حضرت رسولِ خدا نے اس بات کی تاکید اس ارشاد سے فرمائی کہ :

"خدا دوست رکھے گا اُسے، جو حسینؑ کو دوست رکھے گا۔"

اس لئے کہ حسینؑ کی محبت بعینہ رسولؐ کی محبت ہے اور رسولؐ کی محبت درحقیقت خدا کی محبت ہے

(ملاحظہ فرمائیے، جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ طبع لکھنو)

اور یہی مضمون علامہ ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۶۰۵ مطبوعہ مصر میں بھی موجود ہے۔

۵

برادرانِ اہلسنت کے امام ترمذی کے اس قول کو ہم نے، اس کی اہمیت اور ترمذی کی برادرانِ اہلسنت کے نزدیک مقبولیت کی بنا پر پیش کیا۔
لیکن حدیث کا فقرہ بہر حال ہر صاحبِ عقل و دانش کو دعوتِ فکر و نظر دے رہا ہے کہ :

اَنَا مِنَ الحُسَینؑ (میں حسینؑ سے ہوں)

کیونکہ نواسے کا "اپنے نانا سے" ہونا —— تو بالکل واضح ہے، کہ پیغمبرؐ کے ذریعے سے جنابِ سیدہؑ دنیا میں تشریف لائیں، اور جنابِ سیدہؑ کے ذریعہ سے حضرت حسینؑ دنیا میں تشریف لائے،

مگر اس جملے کا مطلب کہ :

اَنَا مِنَ الحُسَینؑ (میں حسینؑ سے ہوں)؟

نانا —— کس طرح کہہ سکتا ہے کہ : میں نواسے سے ہوں)
اور جب پیغمبرِ اکرمؐ جیسی شخصیت، جن کے لئے ارشادِ قدرت ہے :
وَمَا ینطِقُ عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ۔ (وہ اپنی خواہشِ نفس سے گفتگو نہیں کرتے، بلکہ (یہ تو) وحی ہے جو اُن کی طرف بھیجی جاتی ہے) ——
(سورہ مبارکہ النجم)

تو جس کی گفتگو تابعِ وحیِ الٰہی ہو، جب وہ یہ کہے کہ :

"میں حسینؑ سے ہوں"

تو یقیناً اس فقرے میں کوئی اہم راز پوشیدہ ہوگا، جس تک

پہونچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

برادرانِ اہلسنّت کے نہایت جلیل القدر عالمِ دین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اس کی توجیہہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

دینی کمالات میں سے ایک اہم کمال اور نہایت عظیم فضیلت "شہادت" کی ہے۔ جو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براہِ راست حاصل نہیں ہوئی، بلکہ حضرت امام حسینؑ کے ذریعے حاصل ہوئی اسلئے جب حضورِ اکرم نے فرمایا کہ :

"میں حسینؑ سے ہوں"

تو گویا یہ اعلان فرما رہے تھے کہ میری نبوت کے کمالات، میرے نواسے حسینؑ کے ذریعہ سے تکمیل کو پہونچنے والے ہیں (بالفاظِ دیگر "میں حسینؑ سے ہوں" یعنی: میرے کمالات کی تکمیل حسینؑ کے ذریعے سے ہے")

اس سلسلے میں موصوف نے اپنے مشہور رسالہ "سرالشہادتین" میں شہادت کی دو قسمیں قرار دی ہیں :

شہادتِ خفی   شہادتِ جلی۔

(یعنی ایک مخفی شہادت ہے اور دوسری: ظاہر بظاہر)

اور خداوندِ عالم نے اپنے پیغمبرؐ کو، اُن کے دونوں نواسوں کے ذریعے شہادتِ خفی بھی عطا فرمائی، اور شہادتِ جلی بھی۔

مخفی شہادت: حضرت امام حسنؑ کے ذریعے سے۔ اور

ظاہر بظاہر شہادت: حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذریعے سے۔

اُن کے مبسوط بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ :

اعلم رحمك الله تعالیٰ : ان الكمالات التی افترقت فی الانبیاء قد اجتمعت فی نبینا فقد اعطی الخلافة کما اعطی آدمؑ و داودؑ، واعطی الملك کما اعطی سلیمانؑ، واعطی الحسن کما اعطی یوسفؑ، واعطی الخلة کما اعطی ابراهیمؑ، واعطی الكلام کما اعطی موسیٰؑ، واعطی العبادة کما اعطی یونسؑ، واعطی الشکر کما اعطی نوحؑ، وقد زیدت له کمالات اخر من انواع الولایة والمحبوبیة المطلقة والاصطفاء المطلق.. والقرب الاتم والشفاعة العظمیٰ والجهاد مع اعداء الله۔

الی غیر ذالك من الكمالات كالعلم الوسیع، والعرفان الاتم والقضاء والفتیا... وغیرها

ولبقی له کمال لم یحصل له بنفسه وهی الشهادة...

(جان لو ___ خدا تم پر رحم کرے ___ کہ :

جو کمالات (دیگر) انبیائے کرام کو الگ الگ ملے وہ سب ہمارے پیغمبرؐ کی ذات والاصفات میں یکجا تھے، آپؐ کے پاس الٰہی نیابت بھی تھی جس طرح کہ آدمؑ و داؤدؑ کو (خلافت) ملی تھی۔ نیز ___ جس طرح جناب سلیمانؑ کو سلطنت ملی، آنحضرتؐ کو بھی عطا کی گئی، حُسن جناب یوسفؑ کو ملا تھا، حضورِ اکرم کو بھی اس سے سرفراز کیا گیا۔

خُلّت جناب ابراہیمؑ کو ملی تو حضورِ کو بھی خُدا نے اپنا دوست

کہا، جناب موسیٰؑ کلیم اللہ قرار پائے، تو آنحضرتؐ سے بھی خدا نے گفتگو فرمائی۔

اسی طرح:

آپؐ کو حضرت یونسؑ کا اندازِ عبادت اور حضرت نوحؑ جیسا اندازِ شکر عطا کیا۔

اور ان کے علاوہ دیگر کمالات — جیسے ولایت، محبوبیت کاملہ، انتخابِ الٰہی۔ قربِ کامل، شفاعتِ عظمیٰ اور دشمنانِ خدا سے جہاد (ان تمام صفات سے) آپؐ کو نوازا گیا۔

نیز دوسرے کمالات، جیسے وسیع علم، کامل عرفان، مسندِ قضا و فتویٰ، شمشیر سے آپؐ کو سرفراز کیا گیا۔

البتہ ایک فضیلت ایسی ہے جو آپؐ کو براہِ راست نہیں ملی اور وہ ہے "شہادت" —

لیکن پروردگارِ عالم نے آپؐ کے فرزندوں کے ذریعے سے آپؐ کو اس فضیلت سے بھی سرفراز فرمایا:

آپؐ کے بڑے نواسے (حضرت امام حسنؑ) کو مخفی شہادت اور آپ کے چھوٹے نواسے (حضرت امام حسینؑ) کو ظاہری شہادت ملی — چنانچہ: (شاہ عبدالعزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ):

لما کانت الشہادۃ علی قسمین

شہادۃ سر، شہادۃ علانیۃ

قسمت علیہما، فاختص السبط الاکبر بالقسم الاول..

واختص السبط الاصغر بالقسم الثانی۔

(چونکہ شہادت کی دو قسمیں ہیں: (۱) مخفی شہادت (۲) ظاہری شہادت اس لئے (خداوندِ عالم کی طرف سے) ان دونوں شہادتوں کو (آپؐ کے دونوں نواسوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ اس طرح کہ: پہلی قسم: (مخفی شہادت) کے لئے آنحضرتؐ کے بڑے نواسے (حضرت امام حسنؑ) کو منتخب کیا گیا۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ چونکہ ظاہری شہادت کو خالقِ دو جہاں خوب نمایاں کرنا چاہتا تھا — اس لئے اُس نے ایسے اسباب فراہم کر دیئے کہ اُس کی شہادت کا ہر طرف چرچہ ہو۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

ولما کان مبنی امرہ علی الشہرۃ والاعلان، انزل اولا فی الوحی علی لسان جبرئیلؑ وغیرہ من الملائکۃ — ثم بتعیین المکان وتسمیتہ وتعیین الزمان وھو راس الستین۔

ثم اشتہر امرہ واعلن ذکرہ علی لسان امیرالمومنین فی سفرہ الی صفین ثم لما وقت واقعۃ الشہادۃ، اشتہر امرھا بانقلاب التربۃ وما وامطار الدم من السماء وھتف الھواتف بالمراثی ولوح الجن و بکاءھم وطواف السباع حافظات لجثتہ ودخول الحیات فی مناخر قاتلیہ الی غیر ذلک من اسباب الشہرۃ لیطلع الحاضرون والغائبون علی وقوعھا،

بل بالبقاء البکاء والحزن المستمر وتذکر تلک الوقائع الھائلۃ فی امتہ الی یوم القیامۃ، فقد بلغت نہایۃ الشھرۃ فی الملأ الاعلی والاسفل، والغیب والشھادۃ، والجن والانس والناطق والصامت۔

(اور چونکہ اس (ظاہری شہادت) کے لئے قدرت کی طرف سے یہ بات طے شدہ تھی کہ اسے اچھی طرح مشہور کیا جائے۔ اور ہر طرح اس کا اعلان ہو جائے، اس لئے ابتدا ہی میں جناب جبرئیل امین اور دوسرے فرشتوں کے ذریعے، اس کی پیشین گوئی کر دی گئی، پھر اس کی جگہ معیّن (کر کے اس کا اعلان) کر دیا گیا ـــــ اور اُس کا وقت بھی مقرر کر دیا گیا جو ۶۱ھ کا آغاز تھا۔

پھر اس شہادت کا ذکر امیر المومنینؑ کی زبانِ مبارک سے اس وقت مشہور کیا گیا جب آپ جنگِ صفین کی طرف جا رہے تھے (اور کربلا کے قریب سے گذر رہے تھے)۔

اس کے بعد جب واقعۂ شہادت پیش آگیا تو قدرت کی طرف سے اُس کی شہرت کا انتظام یہ کیا گیا کہ:

مٹی خون میں تبدیل ہو گئی، آسمان سے خون کی بارش ہوئی، افلاک میں مرثیہ کی آواز گونجی، جنوں نے گریہ و بکا کے ساتھ نوحہ پڑھا، (قرب و جوار کے) درندوں نے (شہداء کے) جسد کی حفاظت کے لئے (لاشوں کا) طواف کیا۔

(اور مورخین نے امام علیہ السلام کے) قاتلوں کے (بارے میں لکھا کہ) سانپ اُن کے نتھنوں سے (اُن کے جسم میں) داخل

ہوتے تھے (اور انھیں مسلسل دنیاوی عذاب سے دوچار کرتے تھے)۔ (ان کے علاوہ بھی متعدد) اسباب کے ذریعہ اس واقعہ کو (خداوندِ عالم کی طرف سے) مشہور کیا گیا تاکہ حاضر و غائب، سب کو اس واقعہ کی اطلاع مل جائے۔

(بلکہ خداوندِ عالم نے اس اُمت میں اس تدبیر کو جاری کیا) کہ لوگ ہمیشہ آپ گریہ و ماتم کریں، برابر آپؑ پر حزن و غم کریں، اور اُن ہولناک مصائب کا ذکر کریں (جو کربلا میں پیش آئے)۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (خداوندِ عالم کے خصوصی انتظام سے) ہر طرف اس واقعہ کا چرچہ پھیلا، آسمان و زمین، حاضر و غائب، جن و انس اور ناطق و صامت.. سب ہی اس سے باخبر ہو گئے)

(۶)

اس کے بعد شاہ صاحب تکمیلِ شہادت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

لان تمام الشھادۃ ان یقتل الرجل فی الغربۃ والکربۃ وان یعقر جوادہ، ویلقی جثتہ مطروحۃ، ولقتل حولہ جمع کثیر من اعزۃ اصحابہ واقاربہ وان ینھب مالہ وان توسر نساءہ وایتامہ۔

کل ذلک فی ذات اللہ، فاقتضت حکمۃ اللہ ان یلحق ھذا الکمال العظیم بسائر کمالاتہ بعد وفاتہ ...

برجال من اھلبیتہ، بل باقرب اقاربہ، واعز اولادہ من یکون فی حکم ابناءہ حتی تلتحق حالھم بحالہ

ویندرج کمالھم فی کمالہ...

فاستناب الحسنینؑ علیھم السلام مناب جدھما، علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات وجعلھا مرآتین لفضلہ وخدّین لجمالہ۔

(کیونکہ کمال شہادت تو یہ ہے کہ:

کوئی شخص عالمِ مسافرت، اور حالتِ کرب و مصیبت میں قتل کیا جائے، اس کی سواری کا گھوڑا پے کر دیا جائے، اس کا لاشہ زمین پر پڑا رہے۔ اس کے اردگرد اس کے پیارے ساتھیوں اور عزیز و اقارب کی بڑی تعداد قتل ہو کر پڑی ہو، اس کا اسباب لوٹ لیا جائے، اس کی عورتیں اور یتیم بچے قیدی بنا لئے جائیں اور وہ یہ ساری مصیبتیں خدا کی خاطر (برداشت) کرے۔

چنانچہ خداوندِ عالم کی حکمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اُن کے باقی کمالات میں اس کمالِ عظیم (شہادت) کا اضافہ ہو۔

اور خداوندِ عالم کی مشیت کا تقاضہ یہ تھا کہ آنحضرتؐ کو یہ شرف آپؐ کے اہلبیت کے کچھ لوگوں، آنحضرتؐ کے نہایت ہی قریبی رشتہ دار بلکہ عزیز ترین اولاد کے ذریعے حاصل ہو۔

وہ اولاد جو آنحضرتؐ کے فرزندوں کے حکم میں تھی، تاکہ اُن لوگوں کا حال، واقعتاً آنحضرتؐ کے حال سے ملحق ہو جائے۔ اور اُن لوگوں کا کمال آنحضرتؐ کے کمالات میں درج ہو جائے۔

اسی لئے خداوندِ عالم کی عنایت نے، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو اُن کے جدِ بزرگوار کا قائم مقام بنا دیا۔

اور اُن دونوں حضرات کو آنحضرتؐ کے کمالات و فضائل کا دو آئینہ اور حضرتؐ کے جمال کا دو رخسارہ قرار دیا۔ (تاکہ آنحضرتؐ کے کمالِ شہادت کی تصویر، ان دونوں کی شہادت میں نظر آئے)

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے: سر الشہادتین مطبوعہ لکھنؤ)

اسی کے ساتھ اگر اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے کہ:

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے بُرے حالات کی اصلاح فرمائیں، ان کی جہالت مٹائیں ان کو علم و حکمت سکھائیں، اُن کی ہدایت کریں اور اُن کے اخلاق و طرزِ زندگی کو درست کریں، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم، یتلوا علیھم آیاتہ، ویزکیھم، ویعلمھم الکتاب والحکمۃ، وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین

خدا وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں کے درمیان، ایک پیغمبر اُن ہی میں سے بھیجا، جو اُن کے سامنے آیات (الٰہی) کی تلاوت کریں، ان کو پاک و پاکیزہ بنائیں۔ اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیں، اگرچہ وہ لوگ اس سے قبل کھلی ہوئی گمراہی میں تھے) (ملاحظہ فرمایئے سورۂ جمعہ آیت ۲)

اور حضورِ اکرمؐ نے بھی اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

(مجھے محض اس لئے بھیجا گیا ہے کہ اخلاقِ کریمانہ (کی بلند باتوں) کو تکمیل تک پہنچاؤں)

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے: جامع صغیر ج۱، منتخب کنز العمال جلد ۱ ص۳)

اور اس مقصد کے لئے آپ نے معاشرے کی بے پناہ مخالفتوں کو برداشت کیا، آپ کو ساحر اور مجنون بھی کہا گیا، مکہّ کے در و دیوار گواہ ہیں کہ عرب کا پورا بگڑا ہوا معاشرہ آپ کا مخالف ہو گیا، یہاں تک کہ آپؐ کا چچا "ابولہب" بھی آپ کی جان کا دشمن ہو گیا۔

آپؐ پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا، ڈھیلے اور پتھر مارے جاتے، آپؐ کے خاندان سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے گئے جس کی وجہ سے آپؐ نے شعبِ ابی طالبؑ میں پناہ لے لی، اور وہاں ایسی تکلیف دہ زندگی گزاری کہ بھوک کی شدّت کم کرنے کے لئے درخت کے پتّے کھانے پڑے۔

لیکن آپؐ نے ان تمام تکالیف کو برداشت کیا، تاکہ لوگ دین کے سیدھے راستے کو اختیار کر کے، اپنی حالت درست کر لیں، اپنی برائیوں کو چھوڑیں اور اخلاقِ حمیدہ سے خود کو سنوارنے کی کوشش کریں۔

اس کوشش میں آنحضرتؐ کو اپنے پیارے وطن مکہّ معظمہ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونا پڑا ـــــ مگر دین کی سربلندی، اور بنی نوعِ انسان کو صحیح طرزِ زندگی و بندگی سے روشناس کرانے کے لئے آپ نے ہر قسم کی زحمتوں کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا۔

جس کے نتیجے میں دین قبول کرنے والوں، اور آپ کی رسالت کا کلمہ پڑھنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ

اپنی رحلت سے چند ماہ قبل آپؐ جب حج کا فریضہ انجام دینے کیلئے تشریف لے گئے تو ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان آپؐ کے ساتھ تھے

لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو علمِ نبوت سے یہ بھی معلوم تھا کہ:

تھوڑے ہی عرصے کے بعد اسلام کی صورت بگاڑ دی جائیگی معاشرے کی جن خرابیوں کو آپ مٹا رہے ہیں، وہ دوبارہ پیدا ہو جائیں گی، اور دین کے خدوخال کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

اُس وقت، میری غرضِ بعثت سے روشناس کرانے اور لوگوں کو ہدایت کا راستہ بتانے کا فریضہ "حسینؑ" انجام دیں گے اور وہ اپنی شہادت قبول کر کے حق و باطل کو الگ کر دینگے۔

اس طرح گویا میرے مشن کو حیاتِ نو عطا کر کے، دینِ حق کے دوام و استحکام کا عظیم الشان کارنامہ انجام دینگے۔

لہٰذا جب حضورِ اکرمؐ نے یہ فرمایا کہ:

"انا من الحسینؑ" (میں حسینؑ سے ہوں)

تو گویا اس بات کی نشاندہی کر دی کہ میری حیاتِ رسالت کا تسلسل و دوام، میرے نورِ نظر "حسینؑ" کے ذریعہ سے ہوگا

گویا حضورِ اکرمؐ یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ: قیامت تک میرے دین کی سربلندی حسینؑ سے وابستہ ہے ـــــ اور میرے پیغام کی حیاتِ ابدی حسینؑ کی مرہونِ منت ہے جو اپنی شہادت کے ذریعہ سے شجرِ اسلام کی ایسی آبیاری کر دینگے جس کے بعد باطل کا کوئی طوفان اس چراغ کو نہ بجھا سکے گا۔

فصاحت و بلاغت

خاندانِ رسالت کی بلند مرتبہ ہستیوں، خصوصاً ائمہ طاہرین علیہم السلام
کو خالقِ دوجہاں نے تمام کمالاتِ انسانی سے اس طرح نوازا ہے،
جس کی پوری کائنات میں کوئی اور مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔
جیسا کہ فرزدق نے اپنے مشہور قصیدے میں لکھا ہے کہ:
"یہ وہ خاندان ہے، جس کی طرف تمام نیکیوں اور حسنات کا رُخ
بھی ہے، انتہا بھی۔"

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے: فرزدق کا مشہور قصیدہ)

۞

اور یہ وہ کمالات ہیں، جن کا اپنوں، اور غیروں، سب ہی نے ہر دور میں
اعتراف کیا ہے۔
اور یہ وہ اخلاقِ فاضلہ اور مکارمِ نفیسہ ہیں جن کا کسب و اکتساب سے کوئی
تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ تمام مکارم، ان حضرات کو منجانب اللہ عطا کئے گئے ہیں۔
چنانچہ شافعی حضرات کے ممتاز عالمِ دین، حضرت علامہ شیخ عبداللہ
بن محمد بن عامر الشبراوی الشافعی ——— اور علامہ شہاب الدین احمد بن
عبدالقادر الحفظی العجیلی الشافعی، نے لکھا ہے کہ:
ان اھل البیت حازوا الفضائل کلھا علما وحلما وفصاحۃ
وصباحۃ و ذکاء وبداھۃ وجودا وشجاعۃ۔

فعلومھم لا تتوقف علی تکرار درس، ولا یزید یومھم
فیما علی ما کان بالامس۔
بل ھی مواھب من مولاھم، من انکرھا او اراد سترھا
کان کمن اراد ستر وجہ الشمس۔
(حضراتِ اہلبیت (طاہرین علیہم السلام) جملہ خصائل: علم و حلم،
فصاحت (و بلاغت) صباحت، بداہت و ذکاوت، سخاوت و شجاعت،
غرض تمام فضائل و مکارم پر حاوی و فائز ہیں۔
وہ محتاجِ تفکر و تدبر نہیں، اور نہ اُن کے علوم، تعلیم و تعلّم، درس و تدریس
اور بحث و تکرار پر موقوف ہیں
اور نہ ایسا ہے کہ (کسی بات کو) کل وہ نہیں جانتے تھے، اور آج جان
گئے ہوں، اور اس طرح اُن کے علم میں اضافہ ہو گیا۔
درحقیقت، یہ خداوندِ عالم کے بخشے ہوئے وہ کمالات ہیں، جو حضراتِ
اہلبیت (طاہرین علیہم السلام) کو خصوصیت سے عطا ہوتے ہیں۔
اور جو شخص، اس اَمر (اہلبیتِ کرام کی اس خصوصیت) کا انکار کرے، یا
اسے چھپائے، وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص سورج کو (دنیا بھر کی نگاہوں
سے) چھپانے کی لاحاصل کوشش کرے)۔

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:
کتاب الاتحاف بحب الاشراف، علامہ شبراوی ص۱۹
طبع مصر، ذخیرۃ الآمال فی شرح
عقد جواہر اللئال، علامہ عجیلی (مخطوط) صفحہ ۲۵۵ وغیرہ)

۞

علّامہ شبراوی نے حضراتِ اہلبیتؑ طاہرینؑ علیہم السلام کے ذکر
کے بعد، خامس آلِ عبا، سرکار سیّد الشہداء، حضرت امام حسین علیہ السلام کے
فضل و شرف کا خصوصی تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ :

وقد حل الامام الحسین رضی اللّٰہ عنہ، من ھٰذا البیت
الشریف فی اوج ذراہ، وعلا فیہ علوا تطامنت الثریا
عن ان تصل معناہ۔

ولما اقتسمت غنائم المجد، کان لہ منہ السھم
الاوفر والحظ الاکبر۔

(اہلبیتؑ رسالت میں) حضرت امام حسین (علیہ السلام)
فضائل و مکارم کے اُس بلند ترین مرتبہ پر فائز ہیں کہ "ثریا" بھی،
باوجود اپنی بلندی کے، آپؑ کے اوجِ فضل اور علوئے کمال کا درک نہیں
کرسکتی۔

جب فضائل و مکارم کی دولت کو، قسّامِ ازل نے تقسیم کیا، تو سب سے
زیادہ، اور وافر حصّہ آپؑ کو ملا۔

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے :

"کتاف الاتحاف" علّامہ شبراوی ص۱۹، مطبوعہ مصر

و

یہی وجہ ہے کہ جس طرح باب مدینۃ العلم، امیر المومنین حضرت علی بن ابیطالبؑ
سے اسلامی علوم و معارف (کو عالم اسلام کے صاحبانِ علم و دانش نے،
معتبر اسناد کے ساتھ اپنی اپنی کتابوں میں) نقل کیا ہے، اسی طرح
حضرت امام حسین علیہ السلام کے معارفِ علمیہ اور جواہرِ حکمیہ کو صاحبانِ

تحقیق نے، اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔
چنانچہ علّامہ شیخ عبداللہ العلائلی نے لکھا ہے کہ :

الاخبار عن (الامام) الحسین فی ھٰذا الباب، اکثر
من ان تحصی۔

ولقد کان یحیٔ بالمدھشات فی الفتیا وما الیھا
من العلم، حتی قال فیہ ابن عمر :

انہ لیغر العلم غرا ـــ ای : یغذی

(فصاحت و بلاغت کے) باب میں، (حضرت امام حسین (علیہ السلام)
کی طرف سے اتنی زیادہ باتیں موصول ہوئی ہیں جو حدّ شمار سے باہر ہیں۔
آپ کے علمی کارنامے اور فتاویٰ دنیا کو حیرت زدہ کردینے والے ہیں۔
یہاں تک کہ خلیفۂ ثانی کے وہ فرزند، جنھیں عالم اسلام میں نہایت بلند تر
عالم دین اور فقیہ اور محقق قرار دیا جاتا ہے، یعنی جناب عبداللہ ابن عمرؓ حضرت
امام حسین علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں کہ :

"غذائے علم کو، آپؑ نے، خوب سیر ہوکر حاصل کیا۔"

ملاحظہ فرمایئے : "سمو المعنی فی سمو الذات"

ص۴۳ : مطبوعہ بیروت

و

اور عہدِ حاضر کے نہایت مشہور محقق و نقاد، اور مورخ یگانہ، الاستاذ،
عبّاس محمود العقاد (مصری) لکھتے ہیں کہ :

والیہ یرفع کثیر من المتصوفۃ وحکماء الذین نصوصھم
التی یعودون علیھا، ویردونھا الی علی بن ابی طالبؑ

وقد روت الغرائب في اختبار حذقه بالفقه واللغة،
كما رويت امثال هذا الغرائب في امتحان قدرة
ابيه عليهما السلام۔

(بیشتر اہلِ تصوّف، اور حکماے دین، اپنے قابلِ اعتماد نصوصِ علمیہ
اور معارفِ حِکمیہ کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور
(امیرالمؤمنین حضرت) علیؑ بن ابی طالبؑ کی طرف اُن علوم کو پلٹاتے ہیں۔
علوم فقہ ولغت میں آپ کی حذاقت ومہارت کا اندازہ لگانے کے
سلسلہ میں جن امور کی روایت کی گئی ہے ان میں بہت سے نادر علوم کا تذکرہ
ملتا ہے۔

جس طرح سے کہ (آپ سے قبل) آپؑ کے پدر بزرگوار (امیرالمومنین
حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام) کے علمی مرتبے کا اندازہ لگانے کے
لئے ایسی بہت سی باتوں کی روایت کی گئی ہے)

ملاحظہ فرمائیے: کتاب ابوالشہداء
صفحہ ۹۳، ۹۴۔ مطبوعہ مصر

اس سلسلہ میں اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہم صرف ایک واقعہ
کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں:

اربابِ تاریخ وسِیَر کا بیان ہے کہ:
حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام، مسجد نبویؐ میں
تشریف فرما تھے کہ ایک تھکا ماندہ اعرابی مسجد میں داخل ہوا۔
اُس نے امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"یہ کون ہیں —؟"
لوگوں نے بتایا کہ: یہ حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔
یہ سُن کر اعرابی نے کہا: مجھے تو ان ہی سے کام تھا۔!
لوگوں نے پوچھا: تو ان سے کیا چاہتا ہے؟
اُس نے جواب دیا کہ:

بلغني انهم يتكلمون فيعربون كلامهم، واني قطعت
واديا وقفارا ولووية وجبالا، وجئت لا طارحه الكلام
واسئله عن عويص العربية۔

(میں نے سُنا ہے کہ (یہ لوگ بہت فصیح و بلیغ اور ماہر
زبان ہیں، جب) گفتگو کرتے ہیں تو ان کا کلام بہت واضح اور نمایاں
ہوتا ہے۔
میں نے لق و دق صحرا وبیابان، پہاڑیوں اور وادیوں کا سفر طے
کیا ہے، اور یہاں صرف اس لئے آیا ہوں کہ:
ان سے (ادبی) مباحثہ کروں، اور مغلق، پیچیدہ عربی کلام کے بارے
اُن سے دریافت کروں۔
یہ سُن کر حاضرین میں سے ایک شخص نے حضرت امام حسینؑ کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے اس اعرابی سے کہا کہ:

فابدأ بذلك الشاب

(پہلے اس نوجوان سے پوچھو)
پھر اُن کے بزرگ سے دریافت کرنے کا حوصلہ کرنا۔
یہ سُن کر وہ اعرابی آگے بڑھا، اور اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام

کوسلام کیا۔

آپ نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟

اُس نے کہا کہ:

انی جئتک من الھرقل، والجعلل، والایم والھمھام۔

(میں آپ کے پاس: ہرقل، جعلل، ایم اور ھمھم سے آیا ہوں۔)

اعرابی کے اس کلام کو سُن کر امام علیہ السلام مسکرائے، اور فرمایا:

"اے اعرابی، تو نے ایسا کلام کیا ہے جس کو صاحبانِ علم کے علاوہ کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔

اس نے کہا: جی ہاں ـــــ میں ایسا ہی مغلق کلام، اور عجیب و غریب الفاظ بولنے کا عادی ہوں ـــــ کیا آپ ہمارے اندازِ کلام کے مطابق اسی طرز پر ہمیں جواب دے سکتے ہیں۔؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: اچھا ـــــ تم کلام کرو، میں بھی اُسی طرز و اسلوب کے اشعار میں تمہیں جواب دوں گا۔

یہ سن کر اُس اعرابی نے ۹ (نو) شعر پڑھے جن میں پہلا یہ شعر تھا:

ھفا قلبی الی اللھو

وقد ودع شرخیہ

ابھی اُس کے اشعار ختم ہی ہوتے تھے کہ امام علیہ السلام نے، فی البدیہہ، نو شعر، اُسی وزن و قافیہ کی پابندی کے ساتھ، اُسی قسم کے معنی و مطالب پر مشتمل، پڑھے۔

ان اشعار کے مطالب، ان کی فصاحت و بلاغت، اور ندرتِ کلام کو

سن کر، وہ اعرابی وجد میں جھومتا رہا، اور حیرت و استعجاب کے سمندر میں غوطہ زن رہا کہ:

اُس نے اپنے جن اشعار کو انتہائی مشکل اور پیچیدہ سمجھا تھا، اُن کے جواب میں امام علیہ السلام نے، فی الفور، اتنے ہی اشعار پیش کر دیئے، جتنے اُس نے، نہ جانے کب سے یاد کر رکھے تھے، اور اُن کے ذریعے سے حجتِ خدا، اور خاندانِ رسالتؐ کی فصاحت و بلاغت کا امتحان لینے آیا تھا۔

امام علیہ السلام نے جب اُس کے اشعار کا، اُن ہی جیسے قوافی اور اوزان میں، نہایت حکیمانہ جواب دے دیا، اور اُس اعرابی کے آنے کی غرض پوری ہو گئی، تو آپ نے اُن ابتدائی فقروں کی تشریح بھی فرما دی، جن فقروں کو اس نے اپنے تعارف کے طور پر پیش کیا تھا۔

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ:

ثم فسرّ لہ ما ارادمن الھرقل وھو ملک الروم، (ویرید بہ ارض الروم) "والجعلل": وھو قصار النخل، "والایم": وھو من النبات، "والھمھام": وھو القلیب الغزیر الماء۔

وفی ھذہ الکلمات: اوصاف البلاد التی جاء منھا، اشارۃ الیھا۔

(پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اعرابی کے اُس ابتدائی جملے کی تشریح فرمائی (جس میں اس نے کہا تھا کہ:

"میں ہرقل، جعلل، ایم اور ھمھم سے آیا ہوں"، آپ نے فرمایا کہ)

"ہرقل" ـــــ روم کے بادشاہ کا لقب ہے، البتہ اعرابی نے (اپنے جملے میں) اس لفظ سے روم کی سرزمین کو مراد لیا ہے۔
"جعلل" : ـــ کھجور کے چھوٹے درختوں (کو کہتے ہیں)
"انیم" : ـــ ایک قسم کی گھاس ہے (جو سرزمین "روم" پر بہت کثرت سے پائی جاتی ہے)۔
"ھیھم" : ـــ وہ کنواں جس میں بہت زیادہ پانی ہو (ایسے کنویں روم کی سرزمین پر زیادہ پائے جاتے ہیں ـــ
(گویا : امام عالی مقام نے لوگوں کو توجہ دلائی کہ) :
اعرابی کا مقصد یہ تھا کہ میں سرزمین روم سے آیا ہوں جہاں کے طبعی خصوصیات یہ ہیں کہ:
وہاں کھجور کے چھوٹے درخت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔
"انیم" نامی گھاس بکثرت اُگتی ہے۔
اور گہرے پانی والے کنویں، بہت ہوتے ہیں
یہ سن کر وہ اعرابی کہنے لگا:

ما رایت کالیوم قط مثل ھذا الغلام اعرب منہ
کلاما واذرب منہ لسانا وافصح منہ منطقا،

(میں نے آج تک مثل اس نوجوان کے، کسی کو اتنا بڑا فصیح اللسان اور عربی زبان پر قدرت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

یہ سن حضرت امام حسن علیہ السلام (اُس اعرابی کے قریب تشریف لائے اور اُس سے فرمایا :

"تو جانتا ہے، یہ کون نوجوان ہے ؟
پھر آپؑ نے، حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدح و ثنا میں کچھ اشعار پڑھے جو اُن ہی قوافی و اوزان پر مشتمل تھے، جن قوافی کے مطابق اس اعرابی نے اشعار پڑھے تھے۔
اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے اشعار بھی فصاحت و بلاغت کا ایسا شاہکار تھے کہ وہ اعرابی وجد کرنے لگا اور بیساختہ بول اٹھا :
آپ دونوں بھائیوں کی مثال لانے سے دنیا عاجز ہے ـــ خدا کی قسم! اب میں آپ دونوں کا شیدائی ہو کر، واپس جا رہا ہوں"

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے :
"مطالب السؤل" از محمد بن طلحہ الشافعی ج۲، ص۳۹، ۲۳۹۔ مطبوعہ لکھنؤ
"ابو الشہداء" از عباس محمود العقاد ص۶۸، ص۶۹۔ مطبوعہ مصر
"سمو المعنی فی سمو الذات" از شیخ عبد اللہ العلائلی البیروتی صفحہ ۱۲، ص۱۳ مطبوعہ بیروت اور "بلاغۃ الحسین" مطبوعہ لکھنؤ)
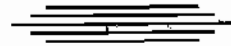
مذکورہ واقعہ، جسے عالم اسلام کے بلند پایہ مصنفین نے معتبر اسناد کے ساتھ، اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، خاندانِ رسالتؐ کی عظیم المرتبت ہستیوں کی فصاحت و بلاغت اور ان کی قادر الکلامی کا شاندار نمونہ ہے جس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ :
اگرچہ اس اعرابی نے صرف یہ سمجھا کہ امام علیہ السلام کو زبانِ عرب پر مکمل دسترس حاصل ہے، مغلق اور نامانوس الفاظ کو آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں

اورفنِ شعروفصاحت و بلاغت میں آپ کا کوئی جواب نہیں ہے —
بالفاظِ دیگر، اُس نے یہ تو اندازہ لگالیا کہ آپ "علوم ادبیہ" میں سب سے
افضل و برتر ہیں۔

لیکن غالباً وہ اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکا کہ :
امام علیہ السلام نے اُس کے پہلے جُملے کی تشریح فرماکر یہ بھی ثابت کردیا کہ
PHYSICAL GEOGRAPHY (جغرافیہ طبعی) اور NATURAL HISTORY. جیسے علوم
پر بھی آپ کو مکمل دسترس ہے۔

جب ہی تو آپ نے اعرابی کے اُس جملے کو سن کر ارشاد فرمایا۔

لقد تکلمت بکلام، لا یعقله الا العالمون

(تم نے ایسا کلام کیا ہے، جسے صرف صاحبانِ علم
ہی سمجھ سکتے ہیں)

تاریخی اعتبار سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ :
حضرت امام حسین کبھی سرزمین "روم" تشریف نہیں لے گئے تھے۔
وہاں کے خصوصیاتِ ارضی کا، آپؑ نے وہاں جاکر مشاہدہ نہیں فرمایا تھا،
لیکن اس کے باوجود آپؑ نے اُس سرزمین کی نمایاں خصوصیات
کو بیان کرکے واضح کردیا کہ :
امامِ وقت، اور حجتِ خدا، پروردگارِ عالم کے عطاکردہ، خصوصی علم کی
بنا پر، کائنات کے علوم پر حاوی ہوتا ہے۔

(۵)

اور جیسا کہ حضرت فاضل ہنسوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے :
" دراصل (امام حسین علیہ السلام) کا کلام کمالِ فصاحت کے ساتھ

انتہائی بلیغ ہے، جس میں صاحبانِ بصیرت کے لئے، معانی کے چشمے
جوش مارتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں اور غور و فکر کرنے والے (حضرات
امام علیہ السلام) کے کلام میں ڈوب کر "دُرہائے معانی" سے اپنے دامن
کو بھر لیتے ہیں۔"

(۶)

علّامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ :
(انه علیه السلام فی ذلك الوقت افصح من نطق،
كانت الفصاحة لدیه خاضعة، والبلاغة لامره
سامعة طائعة۔

(امام علیہ السلام اپنے زمانہ میں، تمام لوگوں سے زیادہ
فصیح تھے، فصاحت آپ کی فرماں بردار، اور بلاغت، آپ
کی اطاعت گذار، اور حکم بجالانے والی تھی)

(۷)

آگے چل کر علّامہ شافعی موصوف نے امام علیہ السلام
کے اشعار کے بارے میں لکھا ہے کہ :
اما نظمه فیعد لحمل الكلام جوهر عقد منظوم و
مشهر برد مرقوم۔

(امام علیہ السلام کے اشعار (تو درحقیقت) انمول
جواہر، اور (گویا) نایاب موتی ہیں، جو اپنی خوبیوں میں،
مثل اُس چادر کے ہیں، جو نقش و نگار میں اپنا جواب نہیں رکھتی)

(ملاحظہ فرمائیے : کتاب "مطالب السؤل" ص ۲۹، مطبوعہ مصر)

اورفنِ شعروفصاحت و بلاغت میں آپ کا کوئی جواب نہیں ہے —
بالفاظِ دیگر، اُس نے یہ تو اندازہ لگالیا کہ آپ "علوم ادبیہ" میں سب سے
افضل و برتر ہیں۔
لیکن غالباً وہ اِس بات کا اندازہ نہیں لگا سکا کہ :
امام علیہ السلام نے اُس کے پہلے جُملے کی تشریح فرماکر یہ بھی ثابت کردیا کہ
PHYSICAL GEOGRAPHY (جغرافیہ طبعی) اور NATURAL HISTORY جیسے علوم
پر بھی آپ کو مکمل دسترس ہے۔
جب ہی تو آپ نے اعرابی کے اُس جملے کو سُن کر ارشاد فرمایا۔

لقد تکلمت بکلام، لا یعقلہ الا العالمون

(تم نے ایسا کلام کیا ہے، جسے صرف صاحبانِ علم
ہی سمجھ سکتے ہیں)

تاریخی اعتبار سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ :
حضرت امام حسین کبھی سرزمین "ردم" تشریف نہیں لے گئے تھے۔
وہاں کے خصوصیاتِ ارضی کا، آپ نے وہاں جاکر مشاہدہ نہیں فرمایا تھا،
لیکن اس کے باوجود آپ نے اُس سرزمین کی نمایاں خصوصیات
کو بیان کرکے واضح کردیا کہ :
امام وقت، اور حجتِ خدا، پروردگار عالم کے عطا کردہ، خصوصی علم کی
بنا پر، کائنات کے علوم پر حاوی ہوتا ہے۔

۵

اور جیسا کہ حضرت فاضل ہنسوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے :
" دراصل (امام حسین علیہ السلام) کا کلام کمالِ فصاحت کے ساتھ

انتہائی بلیغ ہے، جس میں صاحبانِ بصیرت کے لئے، معانی کے چشمے
جوش مارتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں اور غور و فکر کرنے والے (حضرات
امام علیہ السلام) کے کلام میں ڈوب کر "دُرہائے معانی" سے اپنے دامن
کو بھر لیتے ہیں۔"

۵

علّامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ :

(انہ علیہ السلام فی ذلک الوقت افصح من نطق، کانت الفصاحۃ لدیہ خاضعۃ، والبلاغۃ لامرہ سامعۃ طائعۃ۔

(امام علیہ السلام اپنے زمانہ میں، تمام لوگوں سے زیادہ
فصیح تھے، فصاحت آپ کی فرماں بردار، اور بلاغت، آپ
کی اطاعت گذار، اور حکم بجالانے والی تھی)

۵

آگے چل کر علّامہ شافعی موصوف نے امام علیہ السلام
کے اشعار کے بارے میں لکھا ہے کہ :

اما نظمہ فیعد لحمل الکلام جوھر عقد منظوم و مشھر برد مرقوم۔

(امام علیہ السلام کے اشعار (تو درحقیقت) انمول
جواہر، اور (گویا) نایاب موتی ہیں، جو اپنی خوبیوں میں،
مثل اُس چادر کے ہیں، جو نقش و نگار میں اپنا جواب نہیں رکھتی)

(ملاحظہ فرمایئے : کتاب "مطالب السؤل" ص ۲۲۹ مطبوعہ مصر)

۴

یہی وجہ ہے کہ آپؑ اپنے عہد کے شعراء اور فصحاء کے لئے "معیار الکلام" تھے۔

اگر آپ کسی شاعر کے کلام کو سماعت فرما لیتے، تو وہ اس بات کو اپنے لئے بہت بڑا شرف اور سرمایۂ افتخار سمجھتا تھا، اور یوں محسوس کرتا تھا، گویا اسے استادی کی سند نصیب ہو گئی۔

اسی لئے ہر شاعر آپؑ کو کلام سنانے کے لئے آرزومند و مشتاق رہتا تھا۔

چنانچہ مصر کے مشہور و معروف محقق و نقاد، مصنف و دانشور، جناب استاذ "عباس محمود العقاد" نے لکھا ہے کہ:

"ولخبرته بالكلام وشهرته بالفصاحة كان الشعراء يرتادونه، وبهم من الطمع من اصغاره اكبر طمعهم من عطائه"

(چونکہ امام علیہ السلام، کلام عرب کے ماہر خبیر تھے، اور آپ کے فصاحت کلام کی شہرت عام تھی، اس لئے شعراء آپ کی عطاء و بخشش کو حاصل کرنے سے زیادہ، اس بات کے حریص و آرزومند رہتے تھے کہ آپؑ اُن کے کلام کو سماعت فرمالیں)

ملاحظہ فرمایئے: "ابو الشہداء" از عباس محمود العقاد، ص

مطبوعہ مصر

۵

پھر یہ کہ امام علیہ السلام صرف افصح العرب، اور معیار الکلام ہی نہیں، بلکہ عدیم النظیر اور بے مثال خطیب بھی تھے۔

چنانچہ استاذ "عباس محمود العقاد" نے لکھا ہے کہ:

وقد اوتي ملكة الخطابة، من طلاقة لسان وحسن بيان، وغنة صوت وجمال ايماء.

(قدرت نے، امام علیہ السلام کو ایسا ملکۂ خطابت عطا فرمایا تھا، جس میں طلاقت زبان، حسن بیان، حسن صوت، اور فصاحت و بلاغت پر مشتمل حسین اشارے، سب ہی کچھ موجود تھا)

(کتاب: "ابو الشہداء" تالیف عباس محمود العقاد ص۱۶ مطبوعہ مصر)

۶

مقصد یہ ہے کہ:

ایک باکمال خطیب میں، جن جن صفات کی ضرورت ہے وہ تمام صفات امام علیہ السلام کے خطاب میں موجود تھیں۔

جن اجزائے ترکیبی سے ایک فصیح و بلیغ اور قادر الکلام خطیب کی گفتگو آراستہ ہوتی ہے، وہ تمام اجزاء امام علیہ السلام کی خطابت میں بدرجۂ اتم، اور بحد کمال پائے جاتے ہیں۔

امام علیہ السلام کے خطبوں کو پڑھیں تو ایسا معلوم ہو گا کہ:

... حسن بیان جلوہ نما ہے، الفاظ اپنے جمال کے ساتھ نمودار ہو رہے ہیں، ترنم کا جادو چل رہا ہے، اور (صنائع و بدائع اور حسین) اشاروں کی بجلیاں چمک رہی ہیں۔

ان میں ایک تڑپ ہے، ایک انوکھی زندگی ہے۔

کون سی خوبی ہے جو امام علیہ السلام کے کلام اور خطبات میں آپ کو نہ ملیں۔ شاعر حسینیت جناب سید محمد زائر سیتاپوری لکھتے ہیں کہ:

وہی کلام وہی لہجۂ لسان اللہ | ہر اک لفظ میں قرآن کی جلالت ہے
نثار کوثر و تسنیم و سلسبیل کا حُسن | عجیب روحِ فصاحت عجب بلاغت ہے
نپے تُلے ہوئے الفاظ وہ معانی خیز | کہ جیسے وحی کی پابند لب کی حرکت ہے
نبوت اور امامت کے علم کا تیور | علیؑ کا رعب، محمدؐ کی شان و شوکت ہے

یہی تھا رمز نبیؐ کے زباں چُسانے کا
زباں حسینؑ کی، گویا زبانِ قدرت ہے

(بلاغت الحسینؑ مطبوعہ "اصلاح" کھجوا صـ۳۴
و احمد بکڈپو کراچی)

اور عالمِ اسلام کے جلیل القدر مورخ اور دانشور استاد احمد زکی صفوتؒ نے امامؑ کی فصاحت و بلاغت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

فقد كان ذلك طبيعة متوارثة في آل البيت جميعا، جاهلية و اسلاما، وكان بيت هاشم من الجاهلية مشرعها العذب ومنهلها الفياض.
وكان جده كعب بن لوى وهو الجد السابع له وللنبى صلى الله عليه وآله وسلم من اقدم الخطباء العرب.
ولما مات كبروا موته وارخوا به حتى كان عام الفيل
وكان اجداده: قصى، هاشم، عبد المطلب، و ابوه ابو طالب، كلهم من خطباء العرب المعدودين

(دراصل فصاحت و خطابت اہلبیتؑ کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے، اور یہ چیز تو آپؑ کو میراث میں ملی تھی۔

زمانۂ جاہلیت اور عہدِ اسلام، ہر دو دور میں، یہ خاندان اس وصف میں ممتاز رہا ہے۔

عہدِ اسلام سے قبل بھی، ہاشمی خاندان، فصاحت و بلاغت کا شیریں و خوشگوار چشمہ رہا ہے۔

آپ کے جدِ اعلیٰ، کعب بن لوئیؑ، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے سلسلۂ اجداد میں ساتویں منزل پر ہیں، عرب کے خطیبوں میں سب سے مقدم تھے۔

جب اُن کا انتقال ہوا تو اہلِ عرب نے اسے ایک عظیم قومی سانحہ سمجھا تھا، اور بطور یادگار اُن کے سانحۂ رحلت سے، اپنے سنہ شمار کرتے تھے، جس کا سلسلہ عام الفیل تک رہا۔[1]

اسی طرح آپ کے اجداد میں جناب قصیؑ، جناب ہاشمؑ، جناب عبدالمطلبؑ، حضرت ابوطالبؑ (اور امام حسینؑ کے والد ماجد امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ جو علی الاطلاق امام الخطباء ہیں) — ان تمام حضرات کا شمار اہلِ عرب کے اہم خطباء میں ہوتا ہے۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے: "ترجمہ علیؑ بن طالبؑ"
از استاذ احمد ذکی صفوت صـ۱۴ مطبوعہ مصر)

امام عالی مقام کے جدِ بزرگوار حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصاحت ...

[1] جس کے بعد وہ لوگ اپنے سنہ کا شمار ہاتھیوں کے واقعہ سے کرنے لگے۔ اور حضور اکرمؐ کی ولادتِ باسعادت کا سنہ "۱" عام الفیل لکھا گیا اور امیر المومنینؑ کا سن ولادت سنہ ۳۰ عام الفیل۔
پھر جب حضور اکرمؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی جس کے بعد اسلام کی سربلندی کا نیا باب رقم ہوا، تو سنہ ہجری سے تاریخوں کو شمار کیا جانے لگا اور مجمد اللہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

بلاغت کی اُس بلند ترین منزل پر فائز ہیں کہ:

افصح من نطق بالضاد، وافصح الخلائق علی الاطلاق

(جو لوگ عربی بولتے ہیں ان میں سب سے زیادہ فصیح، اور پوری کائنات میں فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز آپؑ ہی کی ذات گرامی ہے)

ملاحظہ فرمایئے:

المزھر: جلال الدین سیوطی ص۱۰۱

(مطبوعہ مصر)

اور آپؑ کے پدر بزرگوار امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے بارے میں تمام صاحبانِ فکر و دانش کا اتفاق ہے کہ:

"افصح الناس وافصح الخطباء علی الاطلاق بعد رسول اللہ، والامام الخطباء، والخطیب المسلمین وامام المنشئین، والمقدم فی فنون البلاغة علی بلغاء البدو والحضر"

(حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام خطباء اور تمام بنی نوع انسان کے درمیان آپ کی ذات گرامی، فصاحت و بلاغت کی سب سے بلند منزل پر فائز ہے۔

آپ تمام خطیبوں کے مقتداء و پیشوا ہیں۔

اہلِ اسلام کے سب سے بلند مرتبہ خطیب ہیں۔

انشاء پرداز حضرات کے سرخیل و رہنما ہیں۔

اور بلاغت کے رموز و آداب میں بادیہ نشین و اہلِ شہر،

تمام صاحبانِ بلاغت سے مقدم اور برتر ہیں۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

"جواہر الادب" از احمد الہاشمی المصری جلد ۲ صفحہ ۲۴۸

"تاریخ الادب العربی": احمد حسن زیات ص۱۰۱ مصر۔

"خزانۃ الادب": ابن حجت حموی ص۲۱۹ مطبوعہ مصر)

(۵)

اسی طرح آپ کی مادر گرامی حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا، فصاحت و بلاغت کے اُس اعلیٰ درجے پر فائز تھیں کہ جب آپ نے خطبہ دیا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خود رسولِ خدا گفتگو فرما رہے ہوں۔

(ملاحظہ فرمایئے: بلاغات النساء ابو الفضل احمد طاہر

و البلاغۃ الفاطمیہ مطبوعہ نجف اشرف وغیرہ)

اور آپؑ کے برادرِ بزرگ، حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ایسے قادر الکلام خطیب تھے کہ دشمن بھی آپؑ کے کمالِ خطابت کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔

(ملاحظہ فرمایئے:

"مقتل الحسین" ابو المؤید الموفق احمد بن مکی۔

اخطب خوارزم جلد ۱ صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ مصر)

(۶)

نیز آپؑ کی اولاد میں تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام، اپنے اپنے دور میں آسمانِ فصاحت و بلاغت کے آفتاب و ماہتاب کی طرح نیر اور درخشاں نظر آتے ہیں، وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔
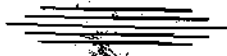
امامِ وقت، چونکہ تمام علوم سے باخبر، تمام زبانوں سے واقف، یہاں تک کہ حیوانات کی گفتگو اور اُن کی بولیوں کا بھی عالم ہوتا ہے، اس لئے ہمارے ائمہ کرام علیہم السلام کے بارے میں مؤرخین نے معتبر اسناد سے ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ چڑیا جب چہچہاتی ہے، یا مختلف پرندے اپنے آشیانوں میں بیٹھے ہوئے مختلف صدائیں بلند کرتے ہیں، تو اگرچہ عام لوگ اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، جیسا کہ ـــــ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ

(اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اُس (خدا) کی حمد و ثنا نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے)

البتہ جن ہستیوں کو خداوندِ عالم نے زمین پر اپنا نمائندہ، اپنی کتاب کا وارث اور علم کا خزینہ قرار دیا ہے وہ اُن کی تسبیح کو خوب سمجھتے ہیں ـــــ چنانچہ محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی کی روایت ہے کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام نے (دیگر دس جانوروں کے بارے میں) یہ بتایا کہ (وہ خداوندِ عالم کی حمد و ثنا اِس انداز سے بیان کرتے ہیں جس میں بندوں کے لئے نصیحت کا پیغام بھی ہوتا ہے مثال کے طور پر):

اذا صاح النسر فانه یقول: یابن آدم عش ما شئت، فآخره الموت

واذا صاح البازی یقول: یا عالم الخفیات یا کاشف البلیات۔

واذا صاح الطاووس یقول: مولائی ظلمت نفسی واغتررت بزینتی، فاغفرلی

واذا صاح الدراج یقول: الرحمٰن علی العرش استوی

واذا صاح الدیك یقول: من عرف الله لم ینس ذکره۔

واذا قرقرت الدجاجة تقول: یا اله الحق، انت الحق وقولك الحق، یا الله یا حق۔

واذا صاح الباشق یقول: آمنت بالله والیوم الآخر۔

واذا صاحت الحدأة تقول: توکل علی الله ترزق۔

واذا صاح العقاب یقول: من اطاع الله لم یشق۔

واذا صاح الشاهین یقول: سبحان الله حقا حقا

واذا صاحت البومة تقول: البعد من الناس انس۔

واذا صاح الغراب یقول: یا رازق ابعث بالرزق الحلال۔

واذا صاح الکرکی یقول: اللهم احفظنی من عدوی۔

واذا صاح اللقلق یقول: من تخلی من الناس نجی من اذاهم

واذا صاحت البطة تقول: غفرانك یا الله غفرانك۔

واذا صاح الهدهد یقول: ما اشقی من عصی الله۔

واذا صاح القمری یقول: یا عالم السر والنجوی

يا الله۔
واذا صاح الدبسی یقول: انت الله لا اله سواك يا الله۔
واذا صاح العقعق یقول: سبحان من لا یخفی علیه خافیه۔
واذا صاح الببغاء یقول: من ذکر ربه غفر ذنبه۔
واذا صاح العصفور یقول: استغفر الله مما یسخط الله۔
واذا صاح البلبل یقول: لا اله الا الله حقا حقا۔
واذا صاحت القبجة تقول: قرب الحق، قرب۔
واذا صاحت السماناة تقول: یا ابن آدم اغفلك عن الموت
واذا صاح السنوذنیق یقول: لا اله الا الله محمد
—— وآله خیرة الله۔
واذا صاحت الفاختة تقول: یا واحد یا احد یا فرد یا صمد۔
واذا صاح الشقراق یقول: مولائی اعتقنی من النار
واذا صاحت القنبرة تقول: مولائی تب علی کل مذنب من المومنین۔
واذا صاح الورشان یقول: ان لم تغفر ذنبی شقیت۔
واذا صاح الشفنین یقول: لا قوة الا بالله العلی العظیم
واذا صاحت النعامة تقول: لا معبود سوی الله۔
واذا صاحت الخطافة فانها تقرأ سورة الحمد، وتقول:
یا قابل توبة التوابین، یا الله لك الحمد۔
واذا صاحت الزرافة تقول: لا اله الا الله وحده

واذا صاح الحمل یقول: کفی بالموت واعظا۔
واذا صاح الجدی یقول: عاجلنی الموت فقل ذنبی۔
واذا زأر الاسد یقول: امر الله مهم مهم۔
واذا صاح الثور یقول: مهلا مهلا، یا ابن آدم، انت
—— بین یدی من یری ولا یری، وهو الله۔
واذا صاح الفیل یقول: لا یغنی عن الموت قوة ولا حیلة
واذا صاح الفهد یقول: یا عزیز یا جبار یا متکبر یا الله۔
واذا صاح الجمل یقول: سبحان مذل الجبارین سبحانه۔
واذا صهل الفرس یقول: سبحان ربنا —— سبحانه۔
واذا صاح الذئب یقول: ما حفظ الله فلن یضیع ابدا۔
واذا صاح ابن آوی، یقول: الویل، الویل، الویل، للمذنب المصر۔
واذا صاح الکلب یقول: کفی بالمعاصی ذلا
واذا صاح الارنب یقول: لا تهلکنی یا الله، لك الحمد۔
واذا صاح الثعلب یقول: الدنیا دار غرور۔
واذا صاح الغزال یقول: نجنی من الاذی۔
واذا صاح الکرکدن یقول: اغثنی والا هلکت یا مولائی۔
واذا صاح الایل یقول: حسبی الله ونعم الوکیل، حسبی
واذا صاح النمر یقول: سبحان من تعزز بالقدرة، سبحانه۔
واذا صاحت الحیة تقول: ما اشقی من عصاك یا رحمان

واذا سجعت العقرب تقول: الشر شئ وحش۔
ثم قال (الامام علیہ السلام):
ما خلق اللہ من شیء الا ولہ تسبیح یحمد بہ ربہ،
ثم تلا ھذہ الایۃ:
وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم
(جب گِدھ چیختا ہے، تو کہتا ہے کہ:
"اے اولادِ آدمؑ۔ جتنی چاہو زندگی گذارو، آخر میں تو مرنا ہی ہے۔
اور جب باز آواز بلند کرتا ہے، تو (درحقیقت خداوندِ عالم سے مخاطب ہوکر) کہتا ہے:
"اے تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والے، اے بلاؤں کو دور کرنے والے۔"
اور جب مور آواز دیتا ہے تو (خداوندِ عالم سے مخاطب ہوکر) کہتا ہے:
"میرے مالک! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اپنی زینت پر مغرور ہوگیا۔ تو مجھے معاف کردے۔
اور جب تیتر چیختا ہے تو کہتا ہے کہ:
"(خداوندِ رحیم و) رحمان عرش پر بلند ہے"
اور جب مرغ بانگ دیتا ہے تو (یہ پیغام دیتا ہے کہ:
جس کو اللہ کی معرفت ہو وہ اُس کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔"
اور جب مرغی "کٹکٹاس" کرتی ہے تو (خدا کو پکارتے ہوئے کہتی ہے:
"اے خدائے برحق، تُو حق ہے، تیرا فرمان بھی حق ہے، اے خدا اے حق۔"
اور جب چھوٹا شکاری پرندہ چیختا ہے تو اعلان کرتا ہے کہ:

"میں خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوں۔"
اور جب چیل آواز بلند کرتی ہے تو (بندوں سے) کہتی ہے کہ:
"خدا پر بھروسہ رکھو، رزق نصیب ہوگا۔"
اور جب عقاب چلاتا ہے تو (یہ پیغام) دیتا ہے کہ:
جو خدا کی اطاعت کرے وہ محروم نہیں رہ سکتا شقاوت میں نہیں پڑتا۔
اور جب شاہین آواز بلند کرتا ہے تو کہتا ہے کہ:
"حق یہ ہے حق یہ ہے کہ خدا، پاک و بے نیاز ہے۔"
اور جب اُلّو چیختا ہے تو یہ اعلان کرتا ہے کہ:
"لوگوں سے دوری (اور گوشہ نشینی) میں عافیت ہے۔
اور جب کوّا چلّاتا ہے تو (خُدا سے) کہتا ہے کہ:
"اے رزق عطا کرنے والے، رزقِ حلال کی طرف (مجھے) اٹھا۔
اور جب سارس چیختا ہے تو کہتا ہے خداوندا! مجھے میرے دشمن سے بچا۔
اور جب لقلق آواز بلند کرے تو کہتا ہے۔
"جو شخص لوگوں سے الگ رہے، وہ ان کی ایذا رسانی سے بچا رہتا ہے۔
اور جب بطخ چیختی ہے تو کہتی ہے۔
"خداوندا۔ تیری مغفرت، تیری مغفرت!
اور جب ہُدہُد آواز بلند کرتا ہے تو کہتا ہے:
"کتنا بدقسمت ہے وہ شخص، جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔"
اور جب قمری صدا بلند کرے تو خداوندِ عالم کو مخاطب کرکے) کہتی ہے:
"اے مخفی باتوں اور رازوں کو جاننے والے، اے خدا۔
اور جب ٹِڈّی آواز لگاتی ہے تو (خداوندِ عالم کو) پکارتی ہے:

"اے اللہ! تو ہی خدا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

"اے اولادِ آدم ـــــ تو موت سے کس قدر غافل ہے!"

جب فاختہ چیختی ہے تو کہتی ہے:

"اے یکتا و یگانہ اے منفرد و بے نیاز۔"

اور جب شقراق[1] آواز بلند کرتا ہے تو کہتا ہے:

"اے میرے آقا، مجھے آگ سے محفوظ رکھنا۔"

اور جب چنڈول آواز بلند کرتا ہے تو (خدا سے) دعا کرتا ہے:

"میرے مالک! تمام گنہ گار مومنین کی توبہ قبول فرما۔

اور جب عقعق[1] چیختا ہے تو کہتا ہے کہ:

"پاک و بے نیاز ہے وہ (خدا) جس سے کوئی مخفی بات کبھی چھپی نہیں رہ سکتی۔"

اور طوطا جب آواز بلند کرتا ہے تو کہتا ہے کہ:

"جو شخص خدا کو یاد کرے (خدا) اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

اور جب گوریا آواز لگاتی ہے تو کہتی ہے کہ:

"جو باتیں خدا کو ناراض کرتی ہیں، میں اُن سب سے معافی مانگتی ہوں۔"

اور جب بلبل نغمہ سنج ہو تو کہتی ہے کہ:

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، (وہی) حق ہے، (وہی) حق ہے۔

اور چکور جب آواز بلند کرے تو کہتا ہے کہ:

"حق قریب ہے، نزدیک ہے۔"

اور بٹیر جب چلاتی ہے، تو (انسان کو مخاطب کر کے) کہتی ہے کہ:

۱۔ کوے سے ملتا جلتا ایک جانور جسے "عقعق" کہا جاتا ہے بعض اہلِ عرب کوے کو بھی کہتے ہیں۔

"اے صاحبِ عزت و جبروت، اے بڑائی والے، اے خدا!

اور جب اونٹ آواز نکالتا ہے تو کہتا ہے کہ:

"پاک و بے نیاز ہے (خدا) جو نافرمانوں کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔

اور جب گھوڑا ہنہناتا ہے تو کہتا ہے کہ:

"پاک ہے میرا پروردگار، اور بے نیاز ہے۔

اور بھیڑیا اپنی فریاد میں کہتا ہے کہ:

"جس کی خدا حفاظت کرے، وہ کبھی ضائع نہیں ہوگا۔

اور گیدڑ جب آواز نکالتا ہے، تو کہتا ہے کہ:

افسوس، افسوس، افسوس ہے اس گنہ گار پر جو اپنے گناہ پر مصر رہے۔

اور کتا جب بھونکتا ہے تو (یہ نصیحت بھی) کرتا ہے کہ:

"گناہ سب سے بڑی رسوائی ہے۔

اور خرگوش خداوندِ عالم سے) دعا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، مجھے ہلاکت میں نہ ڈالنا۔"

اور لومڑی آواز نکالتی ہے تو یہ (نصیحت بھی) کرتی ہے کہ:

"دنیا دھوکے کی جگہ ہے۔

اور ہرنی (اپنے پروردگار سے) فریاد کرتی ہے کہ:

"مجھے تکلیف سے بچانا۔

اور گینڈا (خداوندِ عالم سے) دعا کرتا ہے کہ:

"اے میرے آقا، میری مدد کرنا، ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔"

اور بارہ سنگھا جب چنگھاڑتا ہے تو یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ:

"میرے لئے اللہ کافی ہے جو بہت اچھا نگہبان ہے" (اور وہی کافی ہے)۔

اور قمری جب پکارتی ہے تو کہتی ہے:

(خداوندا) اگر تو نے میرے گناہ معاف نہ کئے تو میں بدبخت ہو جاؤں گی۔

اور جب شُتر مرغ چیختا ہے تو کہتا ہے:

"خُدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"

اور جب "خطّاف[1]" آواز بلند کرتی ہے تو سورۂ الحمد کی تلاوت کرتی ہے اور (خداوندِ عالم سے) یہ درخواست کرتی ہے کہ:

"اے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والے، اے خدا، ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں۔"

اور زرافہ جب آواز نکالتا ہے تو کہتا ہے کہ:

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے۔"

اور بکری کا بچہ (منمناتے ہوئے) کہتا ہے کہ:

"نصیحت کے لئے، موت کافی ہے"

اور شیر جب چنگھاڑتا ہے تو لوگوں کو یہ نصیحت (بھی) کرتا ہے کہ:

"خُدا کا حکم سب سے اہم اور مقدّم ہے۔"

اور جب بیل ڈکارتا ہے تو یہ اعلان (بھی) کرتا ہے کہ:

"اے اولادِ آدمؑ! آہستہ آہستہ! — تم اُس کے پیش نظر ہو جو خود تو دکھائی نہیں دیتا (لیکن سب کچھ) دیکھ رہا ہے — اور وہ خدا ہے۔"

اور جب ہاتھی آواز بلند کرتا ہے تو کہتا ہے کہ:

"موت سے نہ کوئی طاقت بچا سکتی ہے، نہ کوئی حیلہ و تدبیر۔"

اور تیندوا جب چنگھاڑتا ہے تو (خداوندِ عالم کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

[1] ایک شکاری پرندہ جس کے پاؤں بہت چھوٹے اور رنگ سیاہ ہوتا ہے، جیزیں اُچک لے جاتا ہے

اور چیتا جب آواز بلند کرتا ہے تو اعلان کرتا ہے کہ:

"پاک ہے وہ جو صاحبِ عزت و قدرت ہے (اور وہی) بے نیاز ہے۔"

اور سانپ (خداوندِ عالم کی حمد و ثناء کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"اے خداوندا —— کتنا بدقسمت ہے وہ، جو تیری نافرمانی کرتا ہے۔"

اور بچھو اپنی زبان سے یہ اعلان کرتا ہے کہ:

"بُرائی ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔"

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

خداوندِ عالم نے جو چیزیں بھی پیدا کی ہیں وہ اپنے اپنے انداز سے خداوندِ عالم کی حمد و ثنا کیلئے اس کی تسبیح کرتی ہیں —— پھر آپؑ نے قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ:

وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ، ولکن لا تفقھون تسبیحھم

(کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو خدا کی حمد کے لئے تسبیح نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے)

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ جلد ۱ ص ۳۲۸ تا ۳۳۲ و

بحار الانوار جلد ۶۴ کتاب الخرائج والجرائح

جلد ۲ ص ۲۳۲، مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ

سنہ ۴ ہجری سے سنہ ۱۱ ہجری تک

○۔ سنہ ۴ ہجری کی تیسری شعبان المعظّم کو مدینہ منورہ میں سرکارِ سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔

○۔ سنہ ۵ ہجری میں جنگِ احزاب، جس کا دوسرا نام جنگِ خندق بھی ہے، جس میں کفار و مشرکین کے تمام گروہ مل کر دینِ خدا پر حملہ آور ہوئے، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو کفار و مشرکین کی سرکوبی کے لئے روانہ کرتے وقت فرمایا کہ :

بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ

(پورا ایمان، پورے کفر کے مقابلے پر نکلا ہے)

○۔ سنہ ۶ ہجری میں صُلحِ حدیبیہ ہوئی، جب حضورِ اکرمؐ نے دین کی حفاظت کے لئے کفار و مشرکینِ مکّہ سے صُلح کرلی اور گویا حکمِ شریعت سے ایک ایسے عمل کی بنیاد رکھ دی گئی کہ اگر سنہ ۴۱ ہجری میں حضرت امام حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام، دین کی حفاظت کے لئے اُن ہی کفار و مشرکین کے نسلی و فکری جانشینوں سے صُلح کریں تو کسی کے لئے اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

○۔ سنہ ۷ ہجری میں، خیبر کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا، جس میں یہودیوں کو ایسی شکستِ فاش نصیب ہوئی کہ وہ پھر حضورِ اکرمؐ کے مقابلے پر سر اٹھانے کی ہمت نہ کرسکے — اور جس کو — پیشِ نظر رکھتے ہوئے شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ نے کہا ہے کہ :

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن
آج دنیا میں کوئی حیدرِ کرّار بھی ہے

○۔ سنہ ۸ ہجری میں "فتحِ مکّہ" کے عظیم الشان معرکے نے اسلام کی شوکت کو چار دانگ عالم میں نمایاں کردیا۔

خدا کا آخری نبیؐ صرف ۸ سال قبل، جس شہر کو رات کی تاریکی میں چھوڑنے پر مجبور کردیا گیا، اور مدینہ پہونچنے کے بعد، اہلِ مکّہ کی طرف سے جس پر پے در پے حملے کئے جاتے رہے تاکہ اُس کا، اور اُس کے ماننے والوں کا وجود ختم کردیا جائے جس کے بعد روئے زمین پر کوئی اسلام کا نام لینے والا باقی نہ رہے ——— وہی پیغمبرِ خدا، صرف ۸ سال بعد، اسی شہرِ مکّہ میں ایسی شان و شوکت کے ساتھ، ایک لشکرِ جرّار کے ہمراہ فاتحانہ شان سے داخل ہوئے کہ خون کے پیاسے دشمنوں کو بھی آپؐ کے آگے سر جھکانا پڑا — اور جن لوگوں نے بکثرت جنگوں میں آپؐ کے خلاف محاذ آرائی کی تھی، اُن سب کو معاف کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ :

اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ —— (تم لوگوں کو چھوڑ دیا گیا ہے)

○۔ سنہ ۹ ہجری میں "مباہلہ" کا معرکہ پیش آیا، جو پوری اسلامی تاریخ کا وہ منفرد معرکہ ہے جس میں حق کی سربلندی کے لئے جتنے حضرات بھی تشریف لے گئے وہ سب کے سب معصوم تھے،

کیونکہ مورخین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ :

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصارائے نجران سے مباہلہ کے لئے گھر سے نکلے، تو امام حسینؑ کو آغوش میں لیا، امام حسنؑ کی انگلی اپنے ہاتھ میں تھامی، اپنے پیچھے شہزادیٔ کونین حضرت فاطمہ زہراؑ کو اور اُنکے پیچھے امیرالمومنین حضرت علی ابنِ ابیطالبؑ کو رکھا۔

اور یہ واضح رہے کہ جس بچے کو حضورِ اکرم اپنی آغوش میں لئے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے، دنیا والوں نے جب حضورِ اکرم کو دیکھا ہوگا تو حضور کے ساتھ جس پر سب سے پہلے نگاہ پڑی ہوگی، وہ امام حسینؑ کی ذات تھی۔

سنہ ہجری میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کیلئے تشریف لے گئے، تو ایک لاکھ سے زیادہ اصحاب آپؐ کے ساتھ تھے ـــ اور حضورِ اکرم فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے لئے روانہ ہوئے، تو راستہ میں "غدیرِ خم" نامی جگہ پر جبرئیل امین یہ حکم پروردگار لے کر نازل ہوئے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ، وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ، وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

(اے پیغمبرؐ آپ پر جو حکم آپؐ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جا چکا ہے اُسے پہونچا دیجئے ـــ اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا، تو (گویا) اُس کی رسالت ہی نہیں پہونچائی ـــ اور خداوندِ عالم آپؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا)

(ملاحظہ فرمایئے سورۂ مبارکہ المائدہ)

چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری کو اُسی جگہ ٹھہرایا ـــ جو لوگ آگے بڑھ چکے تھے، انھیں واپس بلایا گیا، اور جو پیچھے رہ گئے تھے، اُن کا انتظار کیا گیا، پھر اونٹوں پر سے پالان اُتار کر، ایک بلند منبر بنایا گیا ـــ حضورِ اکرم نے منبر پر تشریف لے جانے کے بعد، اپنی تیئیس ۲۳ سالہ خدمات کا خلاصہ پیش کیا۔ پھر لوگوں سے سوال کیا کہ :

أَلَسْتُ أَوْلَىٰ بِكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

(کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے اَولیٰ نہیں ہوں)

یہ سُن کر سب لوگوں نے کہا کہ : بیشک (آپ ہم سب سے اَولیٰ ہیں)

جس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں سے بلند کر کے فرمایا کہ :

فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ

(تو جس کا مَیں مولیٰ ہوں، اُس کے یہ علیؑ مولا ہیں)

اور جبرئیل امین نے یہ پیغامِ الٰہی سنایا کہ :

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ، وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي، وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

(آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام سے راضی ہوا)

اور حضورِ اکرم کے منبر سے تشریف لانے کے بعد، لوگوں نے حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے مبارک باد پیش کی کہ :

بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ، لَقَدْ اَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَ مَوْلٰى كُلِّ مُوْمِنٍ وَ مُوْمِنَةٍ.

(مبارک ہو ـــــ مبارک ہو ـــــ اے ابو طالبؑ کے فرزند کہ آپ میرے، اور ہر مومن اور ہر مومنہ کے مولا ہو گئے)

○ ۱۱ھ ہجری کی ۲۸ صفر کو سرکارِ خاتم الانبیاء احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی، جس کے بعد زمین پر، وحی کے نزول کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ختم ہو گیا۔

اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانحۂ ارتحال کے ساتھ ہی، حضراتِ اہلبیتِ طاہرینؑ پر ان مصائب و آلام کا آغاز ہو گیا، جن کی انتہا کربلا میں نظر آئی، اور بقول شاعر ؎

"حسینؑ کشتہ شد اندر سقیفہ"

۱۱ھ سے ۱۳ھ تک بنی تیم، ۱۳ھ سے ۲۳ھ تک بنی عدی، اور ۲۳ھ سے ۳۵ھ ہجری تک بنی امیہ اسلامی سلطنت میں سیاہ و سفید کے مالک بنے رہے، اور جس خاندان کو خالقِ کائنات نے اپنی کتابِ مقدس میں "شجرِ ملعونہ" کے نام سے یاد کیا ہے اُس کے اوباش جوانوں نے مسلمانوں کی زندگی کا رُخ تبدیل کرنے کے لئے ایسے ہتھکنڈے استعمال کئے، کہ مولانا مودودی صاحب کے بقول:

"پورا عالمِ اسلام سراپا فریادِ بن کر رہ گیا تھا"

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے: خلافت و ملوکیت)

یہ فریاد احتجاج تک پہونچی، دور دراز کے شہروں سے آنے والوں نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر کے خلیفۂ وقت کو گھر کی چہار دیواری میں محدود کر دیا اور انہوں نے اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے مدد کی درخواست کی، تو یہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام جیسی کریم النفس ہستیاں تھیں جو انکے گھر کھانے پینے کا سامان پہونچاتے رہے اور دنیا بھر کے انسانوں پر یہ واضح کرتے رہے کہ:

ہم اپنے دشمنوں پر بھی بندشِ آب گوارا نہیں کر سکتے۔

لیکن افسوس ـــ صد افسوس!

اُن ہی (خلیفۂ وقت) کے رشتہ داروں نے کربلا کے میدان میں حضرت امام حسینؑ ان کی اولاد، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، ساتھیوں اور آپکے چاہنے والوں کو تین دن بھوکا پیاسہ رکھ کر شہید کیا۔

۳۵ھ ہجری کی ۱۸ ذی الحجہ کو امیر المومنین حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام نے لوگوں کے بے پناہ اصرار کی بنا پر، زمامِ اقتدار سنبھالی۔

گویا آج سے ۲۵ برس قبل ۱۰ھ ہجری میں حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر، جس دن اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے میدان میں، مولا کی جانشینی اور ولایت کا اعلان کیا تھا، ۳۵ھ میں اسی تاریخ کو پورے عالم اسلام کے کلمہ گو افراد، امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام سے یہ درخواست کر رہے تھے کہ:

"خدا کے لئے ہمیں ڈوبنے سے بچایئے، اسلام کی کشتی منجدھار سے نکالئے، اور ہمیں ہدایت کے راستے پر چلایئے۔"

چنانچہ اُمّتِ مسلمہ کے بلند مرتبہ مورخین نے اس صورتِ حال کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"...تمام مسلمان، حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، جن کی سلامت روی، اُصول پرستی اور سیاسی بصیرت کا، اس طویل مدت میں، انھیں بڑی حد تک تجربہ ہوچکا تھا ——

جس کے بعد (تمام مسلمان) متفقہ طور پر، آپ کے دستِ حق پرست پر، بیعت کرنے کے لئے اس طرح ٹوٹ پڑے، جس طرح بھوکے بھٹکے مسافر، دُور سے منزل کی جھلک دیکھ کر، اس کی سمت لپک پڑتے ہیں۔

جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے کہ :

فغشی الناس علیًا فقالوا نبایعك، فقد تری ما نزل بالاسلام، وما ابتلینا به، من ذوی القربی۔

(لوگ (امیرالمومنین، حضرت) علیؑ بن ابی طالبؑ پر، ہجوم کرکے ٹوٹ پڑے، اور کہنے لگے کہ :

ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں، اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ رہی ہیں اور ہم لوگ ...... کیسی آزمائش میں ڈالے گئے)

(ملاحظہ فرمایئے: تاریخ طبری جلد ۵، ص۱۵۶

بحوالہ: کتاب "مولودِ کعبہ" ص۲۰۲، ص۲۰۳)

جس کے بعد، آپؑ نے منصبِ خلافت کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، اور مدینہ اور اطراف و اکنافِ عالم سے آئے ہوئے لوگوں نے آپؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کرکے آپ کی اطاعت و فرماں برداری کا عہد و پیمان کیا۔

۳۶ھ ہجری میں جنگِ جمل برپا ہوئی جس میں سرکارِ سیّدالشہداء نے اپنے پدرِ بزرگوار امیرالمومنین کے ساتھ، حق کی سربلندی کے لئے میدانِ کارزار میں قدم رکھا، اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے کشتوں کے پُشتے لگادیئے، اور بیس ہزار سے زیادہ کی تعداد پر مشتمل وہ دشمنانِ دین جنھوں نے گذشتہ ۷، ۸ مہینے سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، چند گھنٹے بھی ذوالفقارِ حیدریؑ کی کاٹ برداشت نہ کرسکے، اور دوپہر کے وقت شروع ہونے والی جنگ شام تک اختتام کو پہونچ چکی تھی۔

○ ۳۷ھ اور ۳۸ھ ہجری میں شام کے قزاقوں کی طرف سے بلادِ اسلامی پر ایسی غارت گری شروع ہوئی جس کی سرکوبی کیلئے امیرالمومنین حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کو ایک بار پھر تلوار اٹھانی پڑی۔

اس جنگ میں باپ کے دوش بدوش ایک طرف امام حسنؑ و امام حسینؑ جیسے جوان تھے تو دوسری طرف ۱۱ سال کے نونہال، قمرِ بنی ہاشم جناب عباسؑ علمدار جوانمردی و شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے، جس کی منظر کشی کرتے ہوئے سالکؔ لکھنوی مرحوم نے لکھا ہے کہ :

صفین پہلی منزل پھر کربلا بنے گی !
عباسؑ جنگ کرلو حیدرؑ کی زندگی میں

○ ۳۹ھ ہجری میں خوارج نے 'بغداد سے ۱۲ میل کے فاصلے پر، نہر کے کنارے نشیبی حصے میں "نہروان" نامی جگہ پر پڑاؤ ڈال کر وہاں سے اپنی مجرمانہ کارروائیوں کا دائرہ وسیع کرنا شروع کردیا۔ اور اطراف و جوانب میں ایسی غارت گری کی کہ اہلِ ایمان پناہ مانگنے لگے۔

جب ان لوگوں کے جرائم حد سے بڑھ گئے تو امیرالمومنینؑ کو اقدام کرنا پڑا ——— اس جنگ میں بھی حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ اور دیگر فرزندانِ علیؑ باپ کے ساتھ ساتھ رہے، اور ایک دوپہر میں دشمنوں کا ایسا صفایا کیا کہ خوارج کو اپنی طاقت کا جو غرور تھا وہ خاک میں مل گیا مقابلے پر آنے والے تمام خوارج مارے گئے، سوا ان ۹، ۸، افراد کے، جنھوں نے بھاگ کر کسی طرح جان بچائی۔ جیسا کہ امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے، خوارج کے بارے میں، اپنے لشکر کے لوگوں سے فرمایا تھا کہ :

واللہ لا یفلت منھم عشرۃ ولا یھلک منکم عشرۃ۔

(خدا کی قسم اُن میں سے دس آدمی بھی بچ کر نہیں جاسکتے، اور تم میں سے دس آدمی بھی ہلاک نہیں ہوں گے)

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مولاؑ کے ساتھیوں میں سے صرف ۸ شہید ہوئے اور خوارج میں سے ۹ نے کسی طرح بھاگ کر جان بچائی۔
(نہج البلاغہ)

○ سنہ۴۰ھ ہجری میں ۱۹ ر ماہِ رمضان کو صبح کے وقت حضرت امیرالمومنینؑ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں، مسجدِ کوفہ میں سر بسجود تھے کہ آپؑ کے سرِ اقدس پر ابنِ ملجم نے تلوار کا ایسا وار کیا، کہ دو روز بعد ۲۱ ر رمضان کو آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔

جس کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام منصبِ امامت و خلافت پر فائز ہوئے۔

○ سنہ۴۱ھ ہجری میں امیرِ شام نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیجا جسے آپؑ نے دین کی حفاظت، اہلِ ایمان

کی سلامتی کے پیشِ نظر اور اُس دور کے مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ سے قبول کرلیا ——— اور امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آگئے، اور اپنے پدرِ بزرگوار کی طرح گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی۔

○ سنہ۵۰ھ ہجری میں، زہر کے ذریعہ سے امام حسن مجتبیٰؑ کو شہید کردیا گیا، حضرت امام حسینؑ نے اپنے برادرِ بزرگ کو، اپنے نانا کے پہلو میں دفن کرنا چاہا، لیکن جب وقت کے حکمرانوں نے پیغمبرِ اکرمؐ کی ایک زوجہ کو ورغلا کر فتنہ و فساد برپا کیا تو مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے اور اپنے بڑے بھائی کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے، آپؑ نے انھیں جنت البقیع میں دفن کیا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد، اب دین اور اہلِ دین کی رہنمائی کی ذمہ داری مکمل طور سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف منتقل ہوگئی۔

دشمنوں کے شدید مظالم، اور بدترین عہد شکنی کے باوجود آپؑ نے اپنے برادرِ مکرم کی صلح کا احترام باقی رکھا، بھائی کے جنازے پر تیروں کی بارش بھی ہوئی تو بنی ہاشم کے بہادروں کو تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی ——— اور اس کے بعد بھی، اہلِ ایمان پر، دشمنانِ دین کی طرف سے جو ظلم و ستم ڈھائے جاتے رہے، ان پر (اپنے والدِ محترم اور برادرِ بزرگ کی طرح) صبر فرمایا۔

○ سنہ۶۰ھ ہجری، رجب کے مہینے میں امیرِ شام اس دنیا سے رخصت ہوا، اور اس کا فاسق و فاجر بیٹا یزید تختِ حکومت پر بیٹھا، اور اس نے حاکمِ مدینہ کو خط لکھا کہ :

(نواسہ رسول) حسینؑ ابن علیؑ سے بیعت لو، اگر انکار کریں تو سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔

چنانچہ مشہور مؤرخ علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح الاربلی نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ :

ان معاویہ لما استخلف ولدہ یزید ثم مات، کتب یزید کتابا الی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان وھو یومئذ والی المدینۃ یحثہ فیہ علی اخذ البیعۃ من الحسینؑ۔

(جب امیر شام اپنے بیٹے یزید کو، اپنا جانشین بنانے کے بعد، دنیا سے رخصت ہوگیا تو یزید نے (اپنے چچازاد بھائی) ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو، جو اُن دنوں مدینہ کا گورنر تھا، خط لکھا، جس میں اس کو تاکید کی کہ وہ فرزندِ رسول الثقلین حضرت امام حسین (علیہ السلام) سے بیعت لے) ———

(ملاحظہ فرمایئے کتاب علی بن عیسیٰ)

اور ابن واضح یعقوبی نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ یزید نے مطالبۂ بیعت کے لئے جو خط مدینہ کے گورنر کے نام لکھا، اس میں انکارِ بیعت کی صورت میں آپؑ کا سر قلم کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔

چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

"کتب الی الولید بن عتبہ بن ابی سفیان وھو عامل المدینۃ: اذا اتاک کتابی ھذا فاحضر الحسینؑ بن علیؑ، و عبد اللہ ابن الزبیر، فخذھما بالبیعۃ، فان امتنعا فاضرب اعناقھما، وابعث الی برؤوسھما، وخذ الناس بالبیعۃ، فمن امتنع فانفذ فیہ الحکم، وفی الحسین

ابن علیؑ۔

(یزید نے تختِ حکومت پر بیٹھنے کے بعد) ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو جو مدینہ کا گورنر تھا، خط لکھا اور اسے یہ حکم دیا کہ :

"جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو (فرزندِ رسولؐ) حسینؑ بن علیؑ، اور عبداللہ بن زبیر کو اپنے پاس بلاؤ، اور اُن سے میری بیعت لو، اگر وہ انکار کریں، تو انھیں قتل کر کے ان کے سر میرے پاس بھیج دو۔ اور لوگوں سے بھی میری بیعت لو، پھر جو شخص انکار کرے اُس کے بارے میں (میرا حکم نافذ کردو اس کا فیصلہ کردو) اور حسینؑ بن علیؑ کے بارے میں (میرا فیصلہ نافذ کردو)

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے : تاریخ الیعقوبی)

اور جب مدینہ کے گورنر نے اس حکم کی تعمیل میں بیعت کا مطالبہ کیا، تو سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے گورنر کے دربار میں اعلان کردیا کہ :

"میں فرزندِ رسول ہوں، اور یزید شارب الخمر، جواری اور زناکار ہے، اور مجھ جیسا شخص، اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرسکتا۔"

(نقل بالمعنی)

جس کے بعد ہی مصائب و آلام کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا۔

○ ۲۸ رجب سنہ ٦٠ ہجری کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے رختِ سفر باندھا، نانا کے مزار اور ماںؑ کی قبرِ مبارک پر آخری سلام کیا، اور اپنے

(نواسہ رسولؐ) حسینؑ ابنِ علیؑ سے بیعت لو، اگر انکار کریں تو سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔

چنانچہ مشہور مورخ علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح الاربلی نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ :

ان معاویہ لما استخلف ولدہ یزیدؑ ثم مات، کتب یزید کتابا الی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان وھو یومئذ والی المدینۃ یحثہ فیہ علی اخذ البیعۃ من الحسینؑ۔

(جب امیرِ شامؑ اپنے بیٹے یزیدؑ کو، اپنا جانشین بنانے کے بعد، دنیا سے رخصت ہوگیا تو یزیدؑ نے (اپنے چچازاد بھائیؑ) ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو، جو اُن دنوں مدینہ کا گورنر تھا، خط لکھا، جس میں اس کو تاکید کی کہ وہ فرزندِ رسول الثقلین حضرت امام حسینؑ (علیہ السلام) سے بیعت لے)

(ملاحظہ فرمائیے کتاب علی بن عیسٰی)

اور ابن واضح یعقوبی نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ یزیدؑ نے مطالبۂ بیعت کے لئے جو خط مدینہ کے گورنر کے نام لکھا، اس میں انکارِ بیعت کی صورت میں آپؑ کا سر قلم کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔

چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

... کتب الی الولید بن عتبہ بن ابی سفیان وھو عامل المدینۃ، اذا اتاك کتابی ھذا فاحضر الحسینؑ بن علیؑ، وعبد اللہ ابن الزبیر، فخذھما بالبیعۃ، فان امتنعا فاضرب اعناقھما، وابعث الی برؤوسھما، وخذ الناس بالبیعۃ، فمن امتنع فانفذ فیہ الحکم، وفی الحسینؑ

ابنِ علیؑ۔

(یزیدؑ نے تختِ حکومت پر بیٹھنے کے بعد) ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو جو مدینہ کا گورنر تھا، خط لکھا اور اُسے یہ حکم دیا کہ :

"جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو (فرزندِ رسولؐ) حسینؑ بن علیؑ، اور عبداللہ بن زبیر کو اپنے پاس بلاؤ، اور اُن سے میری بیعت لو، اگر وہ انکار کریں، تو انھیں قتل کر کے ان کے سر میرے پاس بھیج دو۔ اور لوگوں سے بھی میری بیعت لو، پھر جو شخص انکار کرے، اُس کے بارے میں (میرا حکم نافذ کر دو اس کا فیصلہ کر دو) اور حسینؑ بن علیؑ کے بارے میں (میرا فیصلہ نافذ کر دو)

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے : تاریخ یعقوبی)

اور جب مدینہ کے گورنر نے اس حکم کی تعمیل میں بیعت کا مطالبہ کیا، تو سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے گورنر کے دربار میں اعلان کر دیا کہ :

"میں فرزندِ رسول ہوں، اور یزیدؑ شارب الخمر، جواری اور زناکار ہے، اور مجھ جیسا شخص، اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کر سکتا۔"

(نقل بالمعنی)

جس کے بعد ہی مصائب و آلام کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا۔

○ ۲۸ رجب ۶۰ھ ہجری کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے رختِ سفر باندھا، نانا کے مزار اور ماںؑ کی قبرِ مبارک پر آخری سلام کیا، اور اپنے

اہلِ خاندان کے ساتھ مدینہ منوّرہ سے روانہ ہو گئے۔

○ تیسری شعبان کو مکّہ مکرمہ پہونچے، اور حرمِ الٰہی کے جوار میں زندگی گذارنے لگے۔

لیکن جب حج بیت اللہ کے زمانہ میں، یزیدی سپاہیوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ اپنے لباس میں خنجر چھپا کر حرم کے اندر موجود رہیں، اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو عین طواف یا سعی کے موقع پر جہاں بہت اژدہام ہوتا ہے اس طرح سے قتل کر دیں کہ لوگوں کو اصل قاتل کی شناخت نہ ہو سکے۔ ــــــــ تو امام علیہ السلام نے مکّہ مکرّمہ کا قیام ترک کر دیا، اور اپنی منزلِ شہادت کی طرف روانہ ہو گئے۔

○ ۲ محرم ۶۱ھ ہجری کو آپؑ اپنے فرزندان، برادران، بھتیجوں، بھانجوں، اور اعوان و انصار کے ساتھ کربلائے معلّٰی کی سرزمین پر وارد ہوئے۔

○ تیسری محرّم سے یزیدی افواج کی آمد شروع ہوئی۔

○ چوتھی محرّم کو، یزیدی فوج کا جو دستہ آیا، اُس نے حضرت امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں سے مطالبہ کیا کہ اپنے خیمے فرات سے دور نصب کریں۔

○ پانچویں محرّم سے فرات پر یزیدی افواج کا مکمّل قبضہ ہو گیا۔

○ ساتویں محرّم سے حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہلِ خاندان پر پانی بند کر دیا گیا، اور خیموں میں قحطِ آب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

○ نویں محرّم کو سرکارِ سیّد الشہدا ہر طرف سے نرغۂ اعدا میں گھر گئے جس کے بارے میں شیخ عبّاس قمّی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

از حضرت (امام جعفر) صادق علیہ السلام روایت

کہ فرمود:

"تاسوعا روزی بود کہ جنابِ امام حسینؑ و اصحابش را در کربلا محاصرہ کردند سپاہِ شام بر قتال آں حضرت اجتماع کردند و ابنِ مرجانہ و عمرِ سعد خوشحال شدند بسبب کثرتِ سپاہ، و بسیاری لشکر کہ برای آنہا جمع شدہ بود ــــ و جناب امام حسینؑ و اصحابش را ضعیف شمردند و یقین کردند کہ یاوری از برای آں حضرت نخواھد آمد، و اھلِ عراق او را مدد نخواھند نمود"

پس فرمود:

"پدرم فدای آن ضعیف و غریب"

(منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"نویں محرّم وہ دن تھا جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا، کربلا کی سرزمین پر، ہر طرف سے محاصرہ کر لیا گیا، اور شام کی افواج نے امامِ عالی مقام علیہ السلام کو شہید کرنے کا تہیہ کر لیا۔

ابنِ مرجانہ کی اولاد اور عمر سعدؔ وغیرہ اپنے سپاہیوں کی کثرت اور ان کی مدد کے لئے جو لشکر جمع ہوئے تھے، ان کی تعداد دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے، حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے ساتھیوں کی قلّت دیکھ کر (دشمن خوشی کے شادیانے بجا رہے تھے)

اور انھیں اطمینان تھا کہ اب کسی طرف سے بھی امام علیہ السلام کی مدد کیلئے کوئی پہونچ نہیں سکتا، اور اہلِ عراق (جو عہد شکنی پر کمربستہ ہیں) امام اور اُن کے ساتھیوں کی نصرت نہیں کرینگے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا کہ:

"میرے ماں باپ قربان اُس غریب (مظلوم امام) پر...!

(بحوالہ مفاتیح الجنان ص ۵۲۳)

۶

○ دسویں محرم ۶۱ھ ہجری کی صبح کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے جواں سال فرزند، شبیہ پیغمبرؐ شہزادہ علی اکبرؑ کو اذانِ صبح کا حکم دیا، جس کے بعد امام عالی مقام نے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز، باجماعت ادا کی۔

ابھی نماز تمام ہی ہوئی تھی کہ دشمنوں کی طرف سے ایسی ہولناک تیروں کی بارش ہوئی کہ امام علیہ السلام کے متعدد جاں نثار شہید ہو گئے، اور باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔

امام عالی مقام کے ساتھیوں نے بے مثال جرأت و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ "۷۲" کی مختصر جماعت نے تین دن کی بھوک و پیاس میں بڑی دل افواج کا مردانہ وار مقابلہ کیا، اور امام عالی مقام کی حفاظت میں انصارِ حسینیؑ اس طرح سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے کہ جب تک اصحابِ حسینؑ میں سے ایک فرد بھی زندہ رہا امامؑ اور آپؑ کے اہلِ خاندان کو کوئی زخم نہ لگا۔

لیکن یہ مختصر سی جماعت، اُس پُرشور لشکر کا کب تک مقابلہ کرتی —— چنانچہ آپؑ کے یہ جاں نثار ایک ایک کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہوتے گئے۔

اور جب انصار و اعوان میں کوئی باقی نہ رہا تو آپ کے بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں اور بھائیوں نے آپ کی حفاظت میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

سب سے آخر میں ۶ ماہ کا بچہ —— شہزادہ علی اصغرؑ بھی درجۂ شہادت پر فائز ہو گیا۔

اور دشمنوں نے ہر طرف سے امام عالی مقام کا محاصرہ کر لیا، کوئی تلوار کے زخم لگاتا، کوئی نیزہ مارتا، کوئی تیر چلاتا، اور کوئی دور سے پتھر پھینک رہا تھا جس کے نتیجے میں امام علیہ السلام زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے، اور شمر ملعون خنجرِ خونخوار لے کر آگے بڑھا۔

جنابِ زینبؑ (حسینؑ کی بہن) نے پسِ خیمہ سے جب یہ منظر دیکھا تو عمر سعد کو پکار کر فریاد کی:

یابن سعد انتظر ویقتل ابوعبد الله

(اے سعد کے بیٹے! تو دیکھ رہا ہے، اور فرزندِ رسولؐ شہید کیا جا رہا ہے)؟

لیکن شہزادی کی فریاد کا کوئی اثر نہ ہوا، اور امام عالی مقام کو شہید کر کے ان کا سر نوکِ نیزہ پر بلند کر دیا گیا، اور آسمان و زمین کے درمیان یہ آواز گونجی کہ

اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا   اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا

قرآن اور حسینؑ

یوں تو قرآن مجید کے پاروں میں کون سا ایسا پارہ ہوگا جس میں جابجا اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا ذکر موجود نہو۔

لیکن مندرجہ ذیل سُوروں میں حضراتِ اہلبیتؑ کے فضائل، اُن کی امامت اور ان کی اقتداء کرنے کا خاص طور سے تذکرہ ہے۔

سورۂ مبارکہ البقرہ : آیت نمبر ۳۷، ۴۳، ۵۸، ۱۴۳۔
سورۂ 〃 آلِ عمران : آیت نمبر ۳۳، ۳۶، ۶۱، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۱۰۔
〃 〃 النساء : آیت نمبر ۲۹، ۵۴، ۵۹، ۶۹۔
〃 〃 انعام : آیت نمبر ۱۵۳، ۱۶۰۔
〃 〃 الاعراف : آیت نمبر ۱۸۱۔
〃 〃 انفال : آیت نمبر ۳۳۔
〃 〃 التوبہ : آیت نمبر ۳۳۔
〃 〃 یونسؑ : آیت نمبر ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴۔
〃 〃 هُودؑ : آیت نمبر ۸۶۔
〃 〃 رَعد : آیت نمبر ۲۹۔
〃 〃 ابراهیمؑ : آیت نمبر ۲۴، ۲۵۔
〃 〃 الحجر : آیت نمبر ۴۷۔

سورۂ مبارکہ النحل : آیت ۴۳، ۸۳۔
〃 〃 بنی اسرائیل : آیت نمبر ۷۱۔
〃 〃 طٰہٰ : آیت نمبر ۸۵۔
〃 〃 انبیاء : آیت نمبر ۷۔
〃 〃 حج : آیت نمبر ۳۵
〃 〃 النور : آیت نمبر ۳۵۔ ۵۵۔
〃 〃 سجدہ : آیت نمبر ۲۴۔
〃 〃 احزاب : آیت نمبر ۳۳، ۵۶۔
〃 〃 فاطر : آیت نمبر ۲۹، ۳۳
〃 〃 صافات : آیت نمبر ۱۳۰۔
〃 〃 الشوریٰ : آیت نمبر ۲۳، ۲۴، ۲۵۔
〃 〃 الزخرف : آیت نمبر ۶۱۔
〃 〃 هل اتیٰ

اور انکے علاوہ وہ سینکڑوں آیات، جو مولائے کائنات امیرالمؤمنین حضرت علی ابنِ ابیطالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئیں۔

و

البتہ سرکار سیدالشہداء حضرت امام حُسین علیہ السلام اور واقعہ کربلا کی طرف بعض آیات میں ایسی نشاندھی پائی جاتی ہے، جو صاحبان فکر و نظر سے مخفی نہیں رہ سکتی —— ہم نمونہ کے طور پر صرف چند آیتوں کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ سورۂ مبارکہ رحمٰن میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو موتی و مرجان سے تشبیہ دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد قدرت ہے:

مرج البحرین یلتقیان. بینھما برزخ لا یبغیان. فبای
آلاء ربکما تکذبان. یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان.
(اس نے دو دریاؤں کو جاری کیا، جو باہم مل جاتے ہیں۔
اُن کے درمیان ایک حدِ فاصل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے تو (اے
گروہِ جن وانس) تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔
اُن دونوں دریاؤں سے موتی و مرجان نکلتے ہیں)
(سورۂ رحمٰن - آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲)

جس کے بارے میں علامہ مردویہ نے جناب ابنِ عباسؓ اور انس بن مالک
سے روایت کی ہے کہ:
حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:
"علیؑ و فاطمہؑ (بھی اُن) دو دریاؤں (کے مانند) ہیں، حدِ فاصل اللہ
کے رسولؐ ہیں اور موتی و مرجان: حسنؑ و حسینؑ ہیں۔"

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے:
تفسیر درِ منثور (علامہ جلال الدین سیوطی جلد

۲۔ سورۂ مبارکہ "الدھر" ——— جس کا دوسرا نام سورہ "ہل اتیٰ" بھی ہے۔
یوں تو اس سورہ کی بیشتر آیات کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ اہلبیتِ
طاہرین علیہم السلام سے تعلق رکھتی ہیں۔
البتہ آیت ۸ میں جس واقعہ کی نشاندہی کی گئی ہے اُس میں حضرت علیؑ و
فاطمہؑ کے ساتھ حضرت حسنؑ اور حسینؑ کا خاص ذکر ہے۔
ارشادِ قدرت ہے:

ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔
(وہ لوگ اُس (خدا) کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا
کھلاتے ہیں)

اس آیت کی تفسیر میں جناب ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ:
ایک دفعہ حضرت حسنؑ و حسینؑ علیہما السلام بیمار ہو گئے تو حضرت
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کو تشریف
لائے اور جناب امیرؑ سے فرمایا کہ:
"بہتر ہوتا اگر تم اپنے لڑکوں کی صحت کے واسطے نذر مانتے۔"
یہ سنتے ہی جناب امیرؑ، جناب فاطمہ زہراؑ اور فضہؓ نے تین تین
دن روزہ رکھنے کی نذر مانی۔

جب دونوں صاحبزادے صحت یاب ہوئے اور نذر کو پورا کرنے کا
وقت آیا (اور ان حضرات نے روزے رکھے) تو افطار کیلئے گھر میں کچھ نہ تھا۔
جناب امیرؑ نے شمعون یہودی سے "تین صاع جَو" قرض لیا۔ جناب سیدہ
نے اُس میں سے ایک صاع جَو پیسا اور پانچ روٹیاں تیار کیں۔
شام کو یہ لوگ کھانا، کھانا ہی چاہتے تھے کہ ایک سائل نے آواز دی:
السلام علیکم! اے اہلبیتِ پیغمبرؐ، میں ایک مسلمان مسکین ہوں،
مجھے کھانا دو، خدا تمہیں جنت کے خوان عطا کرے گا۔
یہ سن کر اُن سب لوگوں (حضرت علیؑ، جناب فاطمہؑ، امام حسنؑ، امام
حسینؑ، اور فضہ) نے اپنی اپنی روٹیاں اُس مسکین کو دے دیں اور

صرف پانی سے افطار کیا۔

دوسرے دن بھی سب نے روزہ رکھا، شام کو جناب سیدہؑ نے افطار کے لئے ۵ روٹیاں پکائیں، اور جب کھانے بیٹھے تو ایک یتیم نے اسی طرح آواز دی، (جس طرح اس سے ایک روز قبل، ایک مسکین نے فریاد کی تھی) چنانچہ آج بھی سب نے اپنی اپنی روٹیاں، اس یتیم کو دے دیں۔

تیسرے دن ـــــ بھی سب نے روزہ رکھا۔ اور جب افطار کا وقت آیا تو آج ایک قیدی نے صدا بلند کی، جسے سن کر سب نے اپنی اپنی روٹیاں اُسے مرحمت فرمادیں۔

جب چوتھے دن، صبح کے وقت جناب امیرؑ، اپنے دونوں صاحبزادوں کے ساتھ حضرت رسولِ خداؐ کی خدمت میں پہونچے، اور حضورؐ کی نظر شہزادوں پر پڑی تو آپ نے دیکھا کہ دونوں کے جسم پر بھوک کی شدت سے کپکپی طاری ہے۔

حضورِ اکرمؐ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا کہ:

"میں تم لوگوں کو کس قدر تکلیف کی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔

پھر آپؐ اٹھے اور اُن کے ساتھ جناب سیدہؑ کے مکان میں آئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ کو محرابِ عبادت میں دیکھا، جسم پر انتہائی نقاہت کا عالم تھا۔ یہ دیکھ کر حضورِ اکرمؐ بہت رنجیدہ ہوئے۔ (اور بارگاہِ معبود میں دستِ دعا بلند فرمائے)

اُسی وقت جناب جبرئیلِ امینؑ تشریف لائے (خوانِ نعمت کے ساتھ یہ سورہ بھی پیش کیا) اور کہا: "اے خدا کے رسولؐ، مبارک ہو۔ خدا نے یہ سورہ آپؐ کے اہلبیتؑ کی شان میں نازل کیا ہے۔

(یہ کہہ کر) سورہ مبارکہ دہر کی تلاوت فرمائی۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے تفسیر کشاف جلد ۲ تفسیر بیضاوی وغیرہ)

۵

۳۔ سورہ مبارکہ کوثر، جس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ:

چونکہ کفار و مشرکینِ مکہ، حضرت رسولؐ کو یہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ اللہ نے آپؐ کو بیٹا نہیں دیا ہے...

اس کے جواب میں خالقِ دو جہاں نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

انا اعطیناك الكوثر ـــــ (ہم نے تمہیں کوثر عطا کیا)

جس کا ترجمہ کرتے ہوئے بعض مترجمین نے لکھا ہے کہ:

"(اے رسولؐ) ہم نے آپ کو کثرتِ نسل عطا کی"۔

اور یہ حسنؑ و حسینؑ ہی ہیں جن کے ذریعہ سے نسلِ رسولؐ دنیا میں پھیلی۔ چنانچہ بکثرت علمائے اہلسنت نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں حضورِ اکرمؐ کے اِس فرمانِ مقدس کو نقل کیا ہے کہ:

"خدا نے ہر نبیؑ کی اولاد اُس کے صلب میں قرار دی، اور میری اولاد علیؑ کے صلب میں قرار دی۔"

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

(شرح مسلم، مُلّا مبین۔ بحث آل)

۴:۔ سورہ مبارکہ حج میں ارشادِ قدرت ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم، وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون۔ وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ، ھو اجتباکم...

(اے ایمان والو! رکوع و سجود کرو، اور اپنے پروردگار کی عبادت
کرو ــــ اور نیک اعمال بجا لاؤ تاکہ فلاح پاؤ۔
اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے، اسی نے تمہیں
برگزیدہ کیا ہے ...)

(سورۃ الحج۔ پارہ ۱۷۔ آیت نمبر ۷۷،۷۸)

اور تاریخ شاہد ہے کہ جیسا جہاد حضرت امام حسینؑ نے کیا، اُس کی
مثال نہ اس سے قبل نظر آتی ہے نہ اُس کے بعد۔

اور مذکورہ بالا آیت میں جن امور کا تذکرہ ہے، یعنی:

رکوع و سجود۔

عبادتِ پروردگار۔

اعمالِ خیر کی انجام دہی ــــ اور

ان کے علاوہ، خدا کی راہ میں بھرپور جہاد ــــ ان تمام باتوں
کا جیسا شاندار عملی مظاہرہ کربلا میں نظر آتا ہے وہ سب سے منفرد، اور سب سے
ممتاز ہے۔

حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے، شبِ عاشور، ساری
رات رکوع و سجود، اور پروردگارِ عالم کی عبادت میں بسر کی، ایک دوسرے
کو عملِ خیر اور حق و صبر کی تلقین کرتے رہے، اور جب صبحِ عاشور نمودار
تو ایسا عظیم الشان جہاد کیا، جس نے دینِ خدا کو قیامت تک کے لئے ایسا
دوام و استحکام عطا کیا کہ بقولِ شاعرِ مشرق ؎

تا قیامت قطعِ استبداد کرد
خونِ او تازہ چمن ایجاد کرد

بعض مفسرین کرام نے، مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں، تحریر
فرمایا ہے کہ:

آیت میں جس عظیم الشان جہاد کا ذکر ہے، جس کے بارے میں
کہا گیا ہے کہ: ایسا جہاد کرو، جو حق ہے جہاد کرنے کا۔"
اُس کی سب سے شاندار تمثیل، کربلا کے میدان میں جہادِ حسینیؑ میں نظر
آتی ہے۔

اور یہ بات تو تمام صاحبانِ فکر و دانش جانتے ہیں کہ قرآن کی آیات
قیامت تک زندہ و پائندہ ہیں، اس لئے اس اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں
کہ: یہ آیت ۱۱ھ ہجری سے قبل نازل ہوئی ہے، اور کربلا کا واقعہ ۶۱ھ
میں پیش آیا ہے۔

۵: سورۂ مبارکہ "الفجر" جس میں دس راتوں، اور ایک خاص
ــــ صبح کی قسم کھائی گئی ہے۔

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

والفجر ولیال عشر

(اور صبح کی قسم، اور دس راتوں کی قسم)

غور کرنے کی بات ہے کہ:

وہ کون سی صبح ہے، اور وہ کون سی راتیں ہیں جن کی خداوندِ عالم نے
قسم کھائی ہے؟

یقیناً وہ دنیا کی بے مثل و بے نظیر صبح ہوگی، اور راتیں بھی ایسی ہونگی،
جن کی عزت و حرمت خداوندِ عالم کے نزدیک اس قدر ہے کہ اُس نے اُنکی

قسم کھائی:

متعدد مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس سے محرم کی دس راتیں اور صبح (عاشور) مراد ہے، چنانچہ علامہ فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ:

المراد فجر المحرم ـــــ (یعنی والفجر سے خدا کی مراد محرم کی صبح ہے)

(ملاحظہ فرمائیے: تفسیر کبیر جلد ۲ آخر)

اور علامہ سیوطی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

عن ابن عباس فی قوله: والفجر، قال: هو المحرم.

(یعنی جناب ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے جس صبح کی قسم کھائی ہے، وہ محرم کی صبح ہے)

(ملاحظہ فرمائیے: تفسیر در منثور جلد ۶)

اسی طرح دس راتوں کے بارے میں بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے محرم کی دس راتیں مراد ہیں۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ:

... انما عشرة المحرم من اوله الی آخره، وهو تنبیه علی شرف تلك الایام، وفیها یوم عاشوراء.

(یعنی دس راتیں، محرم کے پہلے عشرہ کی ہیں، پہلی سے دسویں تک ـــــ اور خداوند عالم نے ان دس کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ لوگوں کو یاد رہے کہ: یہ دس ایام، اپنے شرف بزرگی میں، خاص درجہ رکھتے ہیں، کیونکہ ان ہی میں عاشورا بھی ہے ـــــ (ملاحظہ فرمائیے: تفسیر کبیر جلد آخر)

اور منتخب کنز العمال میں ہے کہ: حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے:

المحرم شهر الله، تاب الله فیه علی قوم ویتوب فیه علی قوم.

(محرم خدا کا مہینہ ہے، پہلے بھی خداوند عالم اس مہینے میں ایک قوم کی توبہ قبول کر چکا ہے، اور آئندہ بھی، ایک قوم کی توبہ، اس میں قبول کرے گا)

(ملاحظہ فرمائیے: منتخب کنز العمال جلد ۳ ص ۲۸۱)

محرم الحرام کی دس راتیں، حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کے اہل خاندان، اور انصار و اعوان پر ایسے مصائب و آلام سے پُر گذری ہیں، جن کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں اور نہیں ملتی۔

اور "فجر" بھی ویسی ہی تھی ـــــ کہ رات بھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھی عبادت خدا کرتے رہے، اور صبح ہوتے ہی، دین اسلام کی حمایت میں جان دینے پر کمربستہ ہو گئے۔

نہ ویسی صبح کبھی ہوئی، اور نہ ویسی دس راتیں کبھی آئیں!!

۴: سورہ صافات۔ جس میں "ذبح عظیم" کا تذکرہ ہے۔

ارشاد قدرت ہے:

ونادیناه ان: یا ابراهیم، قد صدقت الرؤیا، انا کذلك نجزی المحسنین، ان هذا لهو البلاء المبین

وفدیناه بذبح عظیم

اور ہم نے آواز دی کہ: اے ابراہیمؑ یقیناً تم نے (اپنے) خواب کو سچ کر دکھایا، بیشک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔
در حقیقت یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا، اور ہم نے اس کا فدیہ ایک "ذبحِ عظیم" کو قرار دیا)

(ملاحظہ فرمائیے: سورۃ الصافات آیت ۱۰۲ تا ۱۰۷)

(۲)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ برادرانِ اسلامی کے ایک جلیل القدر مصنف جناب خان بہادر خلیفہ محمد حسن صاحب (آف پٹیالہ) کی ایک تحریر پیش کی جائے۔ جنھوں نے:

"قرآن مجید کی پیشین گوئیاں"

کے عنوان سے، اپنی کتاب میں "دوسری پیشین گوئی" واقعہ کربلا کو قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"دوسری پیشین گوئی" ــــــ اُس امام مظلوم کی شہادت کی خبر ہے جس کو خود اُس کے نانا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے بعض بدبخت لوگوں نے تین دن کا بھوکا پیاسا مع دوستوں، عزیزوں، بھائیوں، بھتیجوں (اور بیٹوں) کے، صرف اس بنا پر شہید کر دیا کہ وہ حق بات کہتا تھا، اور ناحق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ عین سجدے کی حالت میں اس کا سر کاٹا، اور اس کے بعد تمام شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا، اور ان کی لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا (اُن کے اہلِ حرم کا) مال اسباب لوٹا، خیموں کو جلایا۔ اور (خاندانِ رسالت کی مخدراتِ عصمت و طہارت کو)

قید کر کے بے مقنع و چادر ــــ بے کجاوہ اونٹوں پر بٹھایا گیا، ساتھ میں ایک بیمار و ناتواں (حضرت سید سجادؑ) جن کے گلے میں طوق (ہاتھوں میں ہتھکڑیاں) پیروں میں بیڑیاں...
کربلا سے کوفہ، و دمشق لے گئے ــــ اور (امام حسینؑ) اور ان کے دوستوں اور عزیزوں کی لاشیں خاک و خون میں غلطاں کربلا کی گرم زمین پر، کئی دن تک بے گور و کفن پڑی رہیں..
یہ ایک ایسا درد انگیز و حسرت خیز، عظیم واقعہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں (نہ اس کے قبل کہیں ملتی ہے نہ اُس کے بعد)...
قرآن مجید میں ارشادِ قدرت ہے کہ: جناب ابراہیمؑ نے اپنے فرزند ارجمند سے کہا:

یا بُنی انی اری فی المنام: انی اذبحك، فانظر ماذا تری،
قال: یا ابت افعل ما تؤمر، ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین
فلما اسلما وتلہ للجبین، ونادیناہ ان یا ابراھیم قد صدقت
الرؤیا، ان کذلك نجزی المحسنین، ان ھٰذا لھو البلاء المبین،
وفدیناہ بذبحٍ عظیم، وترکنا علیہ فی الاخرین

(اے میرے بیٹے! میں خواب میں یہ (منظر) دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں (اپنے ہاتھوں سے) ذبح کر رہا ہوں، اب تم غور کرو تمہاری کیا رائے ہے؟
انہوں نے کہا: آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اُسے انجام دیجئے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔
پھر جب وہ دونوں، ہمہ تن اطاعت پر تیار ہو گئے اور (باپ) نے (بیٹے) کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔

اور ہم نے آواز دی کہ: اے ابراہیمؑ! ــــ تم نے (اپنے) خواب کو سچ کر دکھایا۔
بیشک، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ــــ اور درحقیقت یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی، اور ہم نے اُن کا فدیہ ایک ذبحِ عظیم کو قرار دیا۔
اور ہم نے بعد والوں میں، اُن کی یاد باقی رکھی)۔
(ملاحظہ فرمایئے سورۃ الصافات ۱۰۲ تا ۱۰۸)

ے

آیت میں جو "ذِبحِ عظیم" آیا ہے، مفسّرین نے اس کی نسبت طرح طرح کی توجیہیں کی ہیں:
کسی نے کہا: حضرت ابراہیمؑ نے (اپنے بیٹے) کے عوض مینڈھا جو ذبح کیا تھا، بڑا اور موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے اُس کو عظیم کہا گیا ہے۔
کسی کا قول ہے کہ: اِس سبب سے عظیم کہا گیا کہ اُس نے خریف کی چالیس فصلیں، بہشت میں چری تھیں۔
کسی نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ: وہ وہی مینڈھا تھا جس کو جناب ہابیل علیہ السلام نے پہلے پہل قربان کیا تھا، اور جناب جبرئیل اس کو بہشت سے لے آئے تھے۔
کسی نے لکھا ہے کہ: (حضرت) ابراہیمؑ کے بیٹے کا فدیہ ہونے کی وجہ سے اُس پر لفظ عظیم کا اطلاق ہوا۔

ــــــ مگر ــــــ

ظاہر ہے کہ:
یہ سب توجیہیں نہایت رکیک ہیں ــــ کیونکہ ایک جانور کو خواہ وہ بہشت ہی کی گھاس سے کیوں نہ پلا ہو، ایک انسان اور انسان بھی کیسا، جو نبیؑ بھی ہو، اور نبیؑ زادہ بھی، ــــ عظیم قرار نہیں دیا جا سکتا، اور) ناقص چیز، کامل کا عوض نہیں ہو سکتی، اور نہ قرآن مجید کی معجزانہ بلاغت کا یہ مقتضا ہے کہ ایک ناچیز جانور پر (ایک نبیؑ و پیغمبر کے مقابلے میں) عظیم کا اطلاق ہو۔
اس لئے ضروری ہے کہ ابراہیمؑ کے بیٹے کا فدیہ، کوئی ویسا ہی مقبولِ خدا اور عظیم المرتبت (بندہ) ہو!
لہٰذا ــــ حق یہ ہے کہ وہ بڑی قربانی جس کے بدلے خدا نے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے کو بچا لیا، وہ تھی، جو ۶۱ھ ہجری کے ماہِ محرم کی دسویں تاریخ کو جمعہ کے روز، دوپہر ڈھلنے کے بعد، کربلا کے قیامت خیز میدان میں پیش کی گئی، اور (اُس عظیم المرتبت شخصیت کو) اس طرح ذبح کیا گیا، جس طرح.. ابراہیمؑ کے بیٹے کی قربانی وقوع میں آنے والی تھی۔
یعنی سجدہ کی حالت میں، بالکل اسی طرح اُن کو ذبح کیا گیا جس ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنا چاہا تھا۔
البتّہ یہ فرق ضرور ہوا کہ:
حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا کمسن تھا، اور باپؑ نے ہاتھ پاؤں میں رسّی باندھ کر اُسے پیشانی کے بَل لٹا کر ذبح کرنا چاہا تھا، مگر حضرت علیؑ کے فرزند (امام حسینؑ) کی عمر ۵۷ سال کے قریب تھی، اور انہوں نے اپنی مرضی و اختیار سے، سجدے کے لئے اپنی پیشانی زمین پر رکھی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا تین دن بھوکا پیاسا نہ تھا، مگر حضرت علیؑ کے
بیٹے کو تین دن سے پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔

(میدانِ منیٰ سے واپسی پر) حضرت ابراہیمؑ... بیٹے کو زندہ وسلامت ،
اس کی غم زدہ اور اُداس ماں کے پاس لے گئے، مگر حضرت علیؑ کے بیٹے کے
سر کو دشمن، اس کی روتی بیٹی، سر برہنہ بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ
(درباروں اور بازاروں میں لئے پھرے اور) ایک بدبخت ترین شخص کو
خوش کرنے کے لئے (جوانانِ جنت کے سردار کا سر) اس کے تخت کے
سامنے لے گئے!

حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے کی قربانی کا دن، اُس کی جان بچ جانے کی
خوشی منانے کے لئے عید قرار پایا ـــــ مگر حضرت علیؑ کے بیٹے کی قربانی
کا دن (خاندانِ رسالت پر ٹوٹنے والے مظالم کی وجہ سے) رونے،
پیٹنے اور سوگ منانے کا دن مقرر ہوا۔

و

(مصنفؒ فرماتے ہیں کہ):

اس بیان کو پڑھ کر ناظرین غالباً یہ خیال کریں گے کہ یہ ایک بالکل
نئی بات ہے جسے عام طور سے مفسرین نے بیان نہیں کیا ہے۔

لیکن ملّا معین واعظ کاشفی نے اپنی کتاب "معارج النبوۃ" میں
یہی لکھا ہے ـــــ اور (یہ مضمون حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے
گویا) قرآن، جن کے گھر میں اُترا ہے اور جن کو احد الثقلین کہا گیا ہے،
انہوں نے اس آیۂ شریفہ کی تفسیر میں یہی فرمایا ہے، اور یہی حق ہے ..
اولادِ ابراہیمؑ کی نسل شریف میں سے حضرت امام حسین علیہ السلام

شہادتِ عظمیٰ کے مرتبۂ عالیہ پر فائز ہوئے۔

جس کا ذکر غم واندوہ کے ساتھ) دنیا کے تقریباً تمام حصّوں میں ہوا ہے،
اور ہوتا رہے گا جو اس وعدہ کی صداقت کی دلیل ہے، جو خداوندِ عالم نے
آپ کے حق میں فرمایا ہے کہ:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (اور ہم نے بعد والوں میں انکی یاد
باقی رکھی)

و

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے اس انتہائی درجے کے
مخلصانہ اور صابرانہ فعل کا، کہ خدا کی خوشنودی) کے لئے اپنے لختِ جگر
کو (ذبح کرنے سے) دریغ نہیں کیا ـــــ ہمیشہ تعریف کے ساتھ
ذکر ہوتا رہا، اور ہوتا رہے گا۔

لیکن اس زور وشور سے نہیں .... جیسا کہ حضرت علیؑ کے عظیم المرتبت
فرزند (حضرت امام حسینؑ) کی قربانی کا ذکرِ خیر ہوتا ہے، اور ہوتا رہے گا۔"
(ملاحظہ فرمائیے: کتاب "اعجاز التنزیل" صفحہ ۴۹)

ذِبح — یا — ذبیح

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ آیت میں ذبح کو عظیم نہیں کہا گیا ہے بلکہ "ذبح" کو عظیم کہا گیا ہے، "ذِبح" ایک عمل ہے اور ذبح وہ شے یا وہ شخص جسے ذبح کیا جائے، اسی مناسبت سے ذبح شدہ جانور کو "ذبیحہ" کہا جاتا ہے۔

خداوندِ عالم نے حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ ایک ایسی "ذِبح" کو قرار دیا، جو اُس کی نگاہ میں باعظمت ہے، اسی لئے فرمایا کہ: ہم نے انکا فدیہ "ذبحِ عظیم" کو قرار دیا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اُس فدیہ کے ذبح ہونے میں کون سی ایسی بات تھی جس کی بنا پر اُس کا ذبح ہونا حضرت اسمٰعیل کے مقابلے میں عظیم قرار پایا ——

اگر کوئی "ذبحِ عظیم" سے بہشت کا دُنبہ مراد لے تو (کلام کی بلاغت پر حرف آتا ہے کیونکہ) .. جنابِ اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند تھے، اور وہ دنبہ، بہر حال ایک جانور تھا۔

جانور کو ذبح کرنا کسی پر شاق نہیں ہوتا.. اس کے برخلاف .....
باپ کے لئے اپنے پیارے فرزند کو ذبح کرنا، ایک قیامت ہے۔

ایسی صورت میں تو حضرت اسمٰعیلؑ ہی کا ذبح ہونا ذبحِ عظیم ہونا چاہیئے، مگر خداوندِ عالم نے اس کے برعکس اُس فدیے کے ذبح کیے جانے کو

ذبحِ عظیم قرار دیا —— جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ:

وہ فدیہ بہشت کا دنبہ نہیں تھا بلکہ کوئی ایسا تھا جس کے ذبح کی شان حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبح سے کہیں بڑھی ہوئی ہو اور جس کا اثر سب کے دلوں کو بے چین کر دینے والا ہو۔ گویا:

وہی "ذبحِ عظیم" ہو سکتا ہے جس کے ذبح کی داستان سُن کر سینکڑوں برس کے بعد کے لوگ بھی تڑپ جائیں۔

وہی "ذبحِ عظیم" قرار پاتا ہے جو ہزاروں برس کے بعد بھی لوگوں کو اپنی عظمت کی بنا پر رُلاتا ہے۔

وہی "ذبحِ عظیم" ہو سکتا ہے کہ اپنے تو اپنے، غیروں بلکہ دشمنوں کو بھی اس کے شہید کئے جانے پر رونا آجائے۔

اور اسی کو ذبحِ عظیم کہا جا سکتا ہے، جسے جس دن ذبح کیا گیا اس دن کی آمد کے ساتھ ہی دنیا بھر کے کروڑوں اہلِ ایمان کے دلوں پر رنج و غم کے بادل چھا جائیں، دلوں میں ہمدردی کا جذبہ جوش مارنے لگے اور جس کی یاد تمام دنیا میں انقلاب پیدا کر دے۔

ک

اور جب حضرت امام حسینؑ کے جیسا "ذبح" دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی، تو آپ کے سوا کوئی اور "ذبحِ عظیم" بھی نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ بہشت کے ایک دُنبہ کو حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ قرار دے کر اس جانور کے ذبح کو حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبح کے مقابلے میں عظیم کہتے ہیں، ان کو نہ حضرت ابراہیمؑ کی معرفت ہے، نہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اور نہ وہ نبوت

کی عظمت و جلالت سے باخبر ہیں۔

اسی لئے تو جنابِ اسمٰعیل جیسے پیغمبرؑ کے ذبح کے مقابلے میں دُنبے کے ذبح کئے جانے کو ذبحِ عظیم کہتے ہیں! حالانکہ، معتبر روایات کے علاوہ، عقل و دانش کا بھی تقاضہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعہ کو ہی "ذبحِ عظیم" قرار دیا جائے ـــــ کیونکہ حضرت امام حسینؑ کا ذبح کیا جانا، حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبح کئے جانے کی بہ نسبت کئی وجہوں سے عظیم ہے:

۱۔ حضرت اسمٰعیلؑ اپنے ہی وطن میں ذبح کئے جا رہے تھے جبکہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے شہر، بلکہ اپنے ملک سے بہت دور، عالمِ مسافرت میں ذبح کئے گئے۔

۲: حضرت اسمٰعیلؑ کو حکمِ خدا کے مطابق جناب ابراہیمؑ، ذبح کرنے کے لئے منیٰ کے میدان میں لے گئے) تھے، جو باپ تھے، جو کسی قسم کی سختی، جنابِ اسمٰعیلؑ کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے، مگر حضرت امام حسینؑ کو آپ کے سخت ترین دشمنوں نے، نہایت بے رحمی سے ذبح کیا۔

۳: حضرت اسمٰعیل کے ذبح کی تیاری یہ کی گئی کہ آپ کو زمین پر لٹایا گیا جس کے بعد چھری پھیر دی جاتی، مگر حضرت امام حسینؑ اس طرح ذبح کئے گئے کہ آپ پر ہزاروں تلواروں، نیزوں، بلکہ پتھروں کے زخم پہلے لگائے گئے، پھر گردن کے پیچھے سے آپ کا سر جدا کیا گیا۔

۴: حضرت اسمٰعیلؑ جب ذبح کے لئے لے جائے گئے تو ان پر

کھانا، پانی بند نہیں کیا گیا، لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کو تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کیا گیا)

۵: حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبح کا جب ارادہ کیا گیا تو آپ کا دل و دماغ آپ کے دوستوں، ساتھیوں، بھتیجوں، بھانجوں، بھائیوں اور بیٹوں کے داغ سے زخمی نہیں ہوا تھا۔ مگر حضرت امام حسینؑ کو ذبح کرنے سے پہلے، یہ سب ستم بھی آپ پر ڈھائے گئے۔

و

اور آیت میں جب "ذِبح" کو عظیم کہا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

"وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ"

(ہم نے اُن کا فدیہ ایک ذبحِ عظیم کو قرار دیا)

تو مقام "ذِبح" ـــــ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا "ذبح" ـــــ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اتنا عظیم نہ ہوتا، جیسا کہ سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ کا میدانِ کربلا میں، تین دن کی بھوک و پیاس میں ذبح کیا جانا، عظیم نظر آتا ہے۔

اب اگر، خاندانِ رسالت سے موصول ہونے والی احادیث میں سرکارِ سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی شہادت کو "ذبحِ عظیم" سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس میں اعتراض کی کیا گنجائش ہے؟

ذکرِ حسینؑ یورپ کے محققین اور دیگر غیر مسلم مصنفین کی زبان پر

امامِ عالی مقام، خاصِ آلِ عبا، سردارِ شہیداں، حضرت امام حسینؑ دینِ خدا اور عالمِ انسانیت کے وہ عظیم الشان محسن ہیں، جن کا ذکر، ہر دور کے صاحبانِ فکر و دانش کی زبان پر جاری و ساری رہا ہے۔

ان میں اپنے بھی ہیں، غیر بھی، اہلبیتِ کرام سے وابستہ افراد بھی، ان سے لاتعلق رہنے والے افراد بھی، پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے بھی، اور ان کے لائے ہوئے دین و شریعت کا انکار کرنے والے بھی۔

یہاں تک کہ یورپ اور مغربی دنیا کے وہ صاحبانِ قلم جنھوں نے انسانی زندگی میں پیش آنے والے اہم واقعات پر قلم اٹھایا، انہوں نے بھی کربلا کے واقعات پر سیر حاصل گفتگو کی، اور سرکارِ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت، اور آپؑ کے صبر و استقامت کو نہایت شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

حوالہ کے طور پر، ہم ذیل میں چند غیر مسلم محققین کی نگارشات سے مختصر اقتباسات پیش کرتے ہیں:

مسٹر جیمس کارکرن نے لکھا ہے کہ:

دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے۔ لیکن کئی اشخاص ایسے گذرے ہیں کہ اُن کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں ہے۔

چنانچہ اوّل درجہ میں حسین بن علیؑ کا نام بہادری میں ہے، کیونکہ میدانِ کربلا میں ریت پر تشنگی اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہو، اُس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لے سکتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے۔

کس کے قلم کو قدرت ہے کہ: امام حسینؑ کا حال لکھے۔؟

کس کی زبان میں یہ بلاغت ہے کہ اُن بہتر بزرگوں کی ثابت قدمی اور شجاعت کے باب میں، مدح 'جیسا کہ چاہیئے، کرسکے!

کس کے خیال کی رسائی ہے کہ: اُن لوگوں کے دل کے حال کا تصوّر کرے کہ، اُن پر اُس وقت کیا گذری جب عمر سعدؑ (کے لشکر) نے.. اُن کو گھیر لیا، اس وقت تک، کہ جب شمر ملعون نے (آپؑ کا سر کاٹ لیا)

مبالغہ کی حد یہی ہے کہ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ (اُسے) دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا (تھا)

لیکن (حضرت امام) حسینؑ اور (اُن کے) بہتر (ساتھیوں) کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے (محاصرہ میں لے لیا تھا) اور اس پر بھی (آپ کا) قدم نہ ہٹا۔

(آپ کے) چار طرف تو... فوجِ یزید تھی۔ جن کے تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ، مثل آندھیوں کے آتی تھی۔

اور پانچواں دشمن: عرب کی دھوپ تھی، جس کی مثال کسی جگہ زیرِ فلک نہیں ملتی، اور یہی کہنا ہوتا ہے کہ: عرب کی دھوپ اپنی مثال آپ ہے۔

چھٹا دشمن : وہ ریت کا میدان تھا جو آفتاب کی تمازت میں شعلہ زن، اور تنور کی خاکستر سے زیادہ پُرسوز تھا...

اور وہ دشمن، سب سے زیادہ اذیت ناک، بھوک و پیاس تھی (جس کا امام اور اُن کے ساتھیوں کو، ساتویں محرم سے سامنا تھا)...

پس، جن لوگوں (یعنی شہیدانِ کربلا) نے ایسے معرکے میں ہزارہا دشمنوں کا مقابلہ کیا ہو، اُن پر بہادری (و شجاعت) کی انتہا ہے۔"

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے: تاریخ چین مصنفہ مسٹر جیمس کارکرن)
جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۲۲ء)

۵

اسی طرح مسٹر واشنگٹن ایروِنگ نے بھی واقعہ کربلا اور اس کے اسباب و علل، اور شامی حکومت کی بداعمالیوں کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ وہ موقع تھا جب حضرت امام حسینؑ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اپنی، اپنے اہلِ خاندان اور اعوان و انصار کی شہادت کے ذریعہ سے دینِ خدا کی سربلندی کا سامان کریں، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

"ان کا یہ مقدس خیال تھا کہ:

"جان دو، اور یزید اموی کے ہاتھ سے بندگانِ خدا کا ایمان بچاؤ۔"

جب الہام، یا خود اپنی، حق پسند طبیعت نے یہ فیصلہ کر دیا، تو اب زمانہ کی کوئی طاقت، یا دنیا کی کوئی مصیبت، ان کو اس ارادہ سے باز رکھنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔

آخر شدتِ گرما میں... عراق کا سفر اختیار کیا... جہاں ہزاروں (دشمنوں) کے مقابلے میں (آپؑ کے) فقط "۷۲" (ساتھی تھے) جن کی تعداد

پوری کرنے میں، چھ ماہ کا ایک بچہ بھی (شامل) تھا۔

یہی لوگ، درحقیقت، ایک سچے مذہب کے نمونے تھے، جنھوں نے قصد کر لیا تھا کہ جان دیں گے، مگر یہ ثابت کر کے رہیں گے کہ:

اگر اموی طریقہ سچا ہوتا تو (خاندانِ رسالتؐ کی برگزیدہ ہستیاں، یوں جان کی بازی نہ لگاتیں)

...محرم کی دسویں تاریخ، ۶۱ سنہ ہجری... اس بے مثال جنگ کا دن ہے، (جس کے قبل والی شب، امام علیہ السلام کے ساتھیوں نے) ساری رات عبادتِ خدا میں بسر کی..

اور نہایت سخت مصیبت، اور تکلیف پر بے مثل صبر و استقلال کے ساتھ قائم رہے۔

اولاد کا، سامنے قتل ہونا۔
چھوٹے بچوں کا مارا جانا۔
زخموں کی تکلیف۔
عرب کی دھوپ ——— پھر اس دھوپ میں سختی کی پیاس!
(یہ ایسی تکلیفیں تھیں جنھیں کوئی عام انسان برداشت نہیں کر سکتا)

(حوالہ کیلئے: ملاحظہ فرمایئے، ایروِنگ کی تاریخ)

۶

فرانسیسی مؤرخ، ڈاکٹر جوزف نے اپنی کتاب میں جس کا نام اس نے

"اسلام اور اسلامیان"

رکھا ہے، اسلامی فرقوں میں سے ہر ایک کا حال مدلل اور مشرح لکھا ہے اس میں نہایت تفصیل سے، واقعاتِ کربلا پر رائے زنی کی ہے کہ:

"یہ شہادت، اسلام صحیح کی ترقی کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے جو دم بہ دم اثر دکھا رہا ہے۔

مجالسِ غم جو برپا ہوتی ہیں، ان میں خدائی تاثیر نمایاں ہے، واقعاتِ کربلا سننے سے، لوگوں کے طبائع کا میلان اس طرف ہوتا ہے اور اس واقعہ کی سچائی (انسان کی) قوتِ ذہنی کو مدد دینے کے لئے موجود ہوتی ہے۔

میری رائے میں: ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ: یہ واقعہ تمام دنیا کی طبیعت پر، اپنا قبضہ کر کے، سب کو رعایا بنالے گا۔"

(ملاحظہ فرمایئے، کتاب "اسلام اور اسلامیان" از ڈاکٹر جوزف)

٭

اسی طرح جرمنی کے ڈاکٹر "میسورازمین" نے واقعۂ شہادت پر نہایت تفصیل کے ساتھ اپنا خیال ظاہر کیا ہے، اور اس نے جس غائر نظر سے، شہادتِ امام حسین علیہ السلام کو دیکھا ہے وہ خود اس کی کمالِ قوت تحقیق اور منتہائے قدرت تنقید کی نشاندہی کرتی ہے۔

اُس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"خاندانِ بنی امیہ، بنی ہاشم کا قطعی دشمن تھا، ان لوگوں کی عین تمنا یہ تھی کہ خاندانِ بنی ہاشم میں سے کوئی متنفس، صفحۂ عالم پر باقی نہ رہے۔

جب حضرت، محمدؐ نے مکہ پر غلبہ حاصل کر لیا تو سرکشانِ بنی امیہ پر بھی اُن کا دبدبہ قائم ہو گیا، اور وہ دب کر مسلمان ہو گئے تھے، مگر آتشِ حسد اُن کے دلوں میں شعلہ زن رہتی تھی، وہ ہمیشہ اسی تاک میں لگے رہتے تھے کہ بنی ہاشم کا زور گھٹے۔

تا آنکہ (حضرت) محمدؐ وفات پا گئے...

رفتہ رفتہ ——— محرّم کا تیسرا خلیفہ آلِ اُمیّہ سے قرار پا گیا، (جس کے بعد) امورِ اسلامی میں، عام طور پر ان کا اقتدار بڑھتا گیا۔

یہ لوگ صرف ظاہری طور پر مسلمان تھے، ورنہ حقیقتِ اسلام، انکی طبائع میں جاگزیں نہیں ہوئی تھی۔

جب پوری طرح زور پکڑ گئے، اور اپنے جاہ و جلال کی بنیادوں کو مستحکم دیکھ لیا، تو اس دین کا مذاق اڑانے لگے، جس نے بنی ہاشم کے گھر سے رواج پایا تھا۔

اسی بنیاد پر یزیدؔ نے اس امرِ عظیم کے پورا کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا جس کے ذکر سے، قلم، صفحۂ کاغذ پر، سر پٹکتا ہے۔

جو شخص اس زمانہ کے حالات، اور بنی اُمیّہ کے طرزِ معاشرت کو جانتا وہ بے تامل اس بات کی تصدیق کرے گا کہ:

حسینؑ نے اپنی جان دے کر، نانا کے دین کو زندہ کر دیا...

حسینؑ نے وہ کارہائے نمایاں جس (کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی)...

حسینؑ اپنی جان پر کھیل کر بازی لے گئے، دین کو بچا لیا، اور بنی امیّہ (کی سازش کو بھی ناکام کیا اور اُن) کی نسل کو دنیا سے مٹا دیا۔

حسینؑ کی شہادت نے، عام طبائع پر ایسا اثر ڈالا کہ، قوم بنی امیہ نفرت بھری نگاہوں سے دیکھی جانے لگی...

جو لوگ غلط فہمی سے، واقعۂ کربلا کو، سلطنت کا جھگڑا کہتے ہیں، وہ بالکل غلط راستہ پر چل رہے ہیں ——— واقعۂ کربلا کا ملکی نزاع سے متعلق نہ ہونا،

ایسا صاف معاملہ ہے، کہ جس میں کسی عقلِ سلیم کو لغزش نہیں ہو سکتی۔

آپؑ جب مدینہ سے روانہ ہوئے، تو برابر کہتے جاتے تھے کہ میں قتل کیا جاؤں گا، اگر کسی کو طمع (یا لالچ) ہو تو وہ میرے ساتھ نہ آئے۔

اگر وہ بقصدِ ملک گیری، آمادۂ سفرِ عراق ہوتے، تو ہرگز لوگوں کو اپنے قتل کی خبر دے کر پریشان نہ کرتے، بلکہ اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کی کوشش کرتے، کیونکہ جب کوئی بادشاہ، ملک و دولت (وسلطنت) کی طمع میں جنگ کرتا ہے، تو اس کی توجہ (لشکر)، سپاہ کی ترقی، اور بھیڑ بھاڑ کی فراہمی میں ہوتی ہے۔

(جبکہ حضرت امام حسینؑ برابر اپنے ساتھیوں کو بتا رہے تھے کہ میں شہید ہونے جا رہا ہوں، جسے دنیا کی طمع ہو وہ واپس چلا جائے، اور جو دین کی خاطر جان دینا چاہتا ہوں، وہ میرے ساتھ رہے)

حقیقت میں، اگر بغور نظر کی جائے، تو امام علیہ السلام نے تھوڑی سی فوج سے فتح حاصل کی، اپنے نانا کے (لائے ہوئے) دین کو ہمیشہ کے لئے مستحکم کر دیا۔

لوگوں نے آپؑ کو سفر کرنے سے منع کیا، لیکن آپؑ، سب کو یہی جواب دیتے رہے کہ:

"میں قتل ہونے جا رہا ہوں"

اس وقت کہا جاتا تھا کہ:

"پھر عورتوں کو نہ لے جائیے۔

جواب ملتا تھا کہ: خدا کی مشیت یہی ہے کہ میں قتل ہوں اور یہ لوگ اسیر ہوں۔

یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ:

امام حسینؑ نے تمام مصائب، نہ تو سلطنت کے لئے گوارا کئے تھے نہ اپنے نفس کو مہلکہ میں ڈالا تھا بلکہ ایک بلند مقصد (پیشِ نظر تھا)۔ جو قبولِ شہادت کے بغیر ممکن نہ تھا۔

حسینؑ نے، نہایت مضبوط ارادہ سے صرف اپنی جان ہی نہیں دی، بلکہ جان سے زیادہ عزیز چیزوں کو نذرِ خدا کیا۔

اسی وجہ سے، اُن کے غم میں قدرت نے وہ اثر پیدا کیا کہ .. کوئی واقعہ، کوئی حادثہ، جو کہ بے دردی سے پیش آیا ہو، خلائق کی طبیعت میں ایسا مؤثر نہیں ہوا (جیسا کہ کربلا کے واقعہ نے اثر ڈالا)

جس شہر جس محلّہ میں دیکھو: "حسینؑ، حسینؑ" کی آواز آ رہی ہے۔

اسلام کی ترقی، اس کی حقانیت و وقعت کا قوی سبب یہی شہادت ہے!

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے: روزنامہ مقدس اخبار حبل المتین (کلکتہ)

اشاعت ۲۰ ستمبر ۱۹ محرم ۱۳۳۲ھ)

۵

نامناسب نہ ہوگا، اگر اس جگہ ایک اور جرمن مصنف کی تحریر سے، ایک مختصر اقتباس پیش کیا جائے جس میں لکھا ہے کہ:

"میں بس اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ:

اگر واقعۂ شہادت (حضرت امام حسینؑ) اسلام کی تاریخ میں نہ ہوتا تو غیر مسلم دنیا کو اسلام کی تاریخ، اور اس کی حقانیت سے دلچسپی بھی نہ ہوتی۔

(غور کیجئے): ایک شخص یک و تنہا، ریت کے چٹیل میدان میں کھڑا ہے، تھوڑے سے رفقاء اُس کے ساتھ ہیں، زمین و آسمان تک، اس وقت، کسی آنے والے طوفان کے لئے ساکت ہیں، اور تمام

انسانی ہمدردی کی اعانت کا چشمہ بند ہے۔

ایک انسان ــــــ جو اس وقت بالکل تنہا ہے ــــــ (اگر وہ کوئی عام انسان ہو تو) ایسی حالت میں، بہت آسانی سے، ایک ذرا سی بات مان لینے سے اپنی جان بچا سکتا ہے۔

لیکن وہ دنیا کی ناپائیدار زندگی کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ اس میدان میں، جان دینے کو، دائمی زندگی سے بہتر جانتا ہے۔

اس کے آگے خدا کا وہ کلام پیشِ نظر ہے، جس میں خدائے برتر نے فرمایا ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

(جو لوگ ہماری راہ میں قتل کئے جائیں، انھیں مُردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار سے رزق پاتے ہیں)

اس ربانی کلام پر جان و دل سے یقین کے ساتھ، خدا کا وہ مظلوم بندہ سرِ نیاز خم کر دیتا ہے۔

وہ جانتا ہے کہ میرے مخالفین، زیادہ سے زیادہ جان طلب کریں گے اور وہ شخص تسلیم و رضا کی راہ میں اپنی جان نذر کرتا ہے، تاکہ کلامِ خدا کی حقانیت (نمایاں) ہو اور اس کی مخلوق کے درمیان سے سچائی اور روشنی مٹنے نہ پائے۔

٭

اور کارلائل نے اپنی کتاب "ہیروز ورشپ" میں ایک مفصل مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بہادرانہ کارنامے، محض ایک قوم یا ایک ملک تک محدود نہیں رہتے بلکہ تمام انسانی برادری کی میراث بن جاتے ہیں، اُن کی وجہ سے آنے والی نسلوں میں سلسلۂ شجاعت و استقامت باقی رہتا ہے۔

اس لحاظ سے واقعہ شہادت (مظلوم کربلا) پر جس درجہ غور و فکر کیا جائے گا اسی قدر اس کے اعلیٰ اور عمیق مطالب روشن ہوتے جائیں گے۔

دنیا میں (بکثرت جنگیں ہوئی ہیں) لیکن مظالم، بے رحمیاں اور ناانصافیاں جس حد تک شامی افواج کی طرف سے) واقعہ کربلا میں ہوئیں، ان کا عشرِ عشیر بھی کسی معرکہ میں نہ ہوا۔

یہ ہوتا رہا ہے کہ: آدمی زیادہ مارے گئے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ: خون زیادہ بہا۔

لیکن یہ نہیں دیکھا گیا کہ: دل اور روح کے پاک اور عزیز ترین جذبات رکھنے والوں کے ساتھ ایسی بے رحمی، جیسی کربلا میں ہوئی، واقع ہوئی ہو ــــ

ہٹ دھرمی، ناانصافی، جور و ستم، اور ہر طرح کی سختی جو اس میدان میں مظلومین کے ساتھ برتی گئی اس کی دوسری مثال کہیں نہیں ملتی۔

آج، قوموں اور ملکوں کے تشدد اور ظلم کا رونا رویا جاتا ہے۔

آج، توپ و تفنگ کی (بہادری دکھائی جاتی ہے) ...

ایسی حالت میں، انصاف سفارش کر رہا ہے کہ:

مظلومینِ کربلا کی بہادری اور حق پرستی پر سب سے پہلے نگاہ ڈالی جائے اس کے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے۔

٭

آگے چل کر وہ لکھتا ہے کہ:

آیئے۔ ہم دیکھیں کہ واقعۂ کربلا سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ: شہیدانِ کربلا کو خدا پر کامل اعتماد تھا، اور وہ اپنی آنکھوں سے اُس (اگلی دنیا کو) کو دیکھ رہے تھے جو اس دنیا سے بہت اچھی ہے۔

اس کے علاوہ: قومی غیرت اور حمیت کا بہترین سبق ملتا ہے، جو (اس کے علاوہ) کسی اور تاریخی (واقعہ) سے نہیں ملتا۔

ایک نتیجہ اور بھی حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ:

جب دنیا میں معصیت اور نافرمانی وغیرہ بہت ہو جاتی ہے، تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے، ان کے بعد تمام راہیں صاف ہو جاتی ہیں۔"

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

(جیمس کارلائل کی کتاب: ہیروز ورشپ)

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ، متعدد یورپین محققین نے اپنی اپنی گرانقدر تصانیف میں واقعۂ کربلا کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے، اور اس کے اسباب و علل کے ساتھ اس کے نتائج بھی گفتگو کی ہے، جیسے:

اوکلی نے اپنی تاریخ: "ہسٹری آف سارسنس" میں

سرکیوس پلے نے: "ڈرامیٹک پلے" میں

ادمیلون نے "تاریخِ اسلام" میں

ڈاکٹر اوقت نے "ایتھسٹن برہمن اینڈ محمڈنس آف انڈیا" میں

کوسنس لی پریول اپنی کتاب میں۔

ویلاسٹن نے اپنی کتاب میں۔

میکولے نے اپنی کتاب "لارڈ کلایو الیہ" میں

اسی طرحِ دیگر مؤرخین نے تفصیل کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام، اور اُن کے باوفا ساتھیوں کے جذبۂ شہادت، اور راہِ خدا میں استقامت کا تذکرہ کرتے ہوئے، اس واقعے کے دوررس اثرات و نتائج پر بھی گفتگو کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

STUDIES IN MOHAMMADENISM — By John J. Pool.

A TRAVELLERS NARRATES — By E.G. Brown.

ISLAM AND ITS FOUNDER — By W.H. Stabbart.

MOHAMMAD AND MOHAMMADENISM — By R. Base worth.

THE EARLY DEVELOPMENT OF MOHAMMADENISM — By D.S. Margobiouth.

ISLAM AND THE PSYCHOLOGY OF THE MOHAMMADENISM — By A.S. Mass Blundell.

THE SWORD OF ISLAM — By A.N. Wollastan.

THE MIRACLE PLAY OF HUSSAIN — By Sir Hewin.

(بحوالہ تصویر عزا - از مولانا سید علی حیدر صاحب مرحوم)

(ب)

امام عالی مقام علیہ السلام کے خطبات و ارشادات

خاندانِ رسالت کی عظمت و جلالت

روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے حمد و ثنائے پروردگار کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام بھیجا تو آپ کے اندازِ فصاحت و بلاغت کو دیکھتے ہوئے ایک اجنبی شخص نے بے اختیار پوچھا کہ: یہ کون صاحب خطبہ دے رہے ہیں۔؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

نَحْنُ حِزْبُ اللّٰهِ الْغَالِبُوْنَ، وَعِتْرَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ الْاَقْرَبُوْنَ وَاَهْلُ بَيْتِهِ الطَّيِّبُوْنَ، وَاَحَدُ الثَّقَلَيْنِ.

اَلَّذِیْ جَعَلَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ثَانِیْ كِتَابِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی، الَّذِیْ فِیْهِ تَفْصِیْلُ كُلِّ شَیْءٍ، لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔"

وَالْمُعَوَّلُ عَلَيْنَا فِیْ تَفْسِيْرِهٖ، وَلَا يُبْطِئُنَا تَاْوِيْلُهٗ، بَلْ نَتَّبِعُ حَقَائِقَهٗ فَاَطِيْعُوْنَا فَاِنَّ طَاعَتَنَا مَفْرُوْضَةٌ اِذْ كَانَتْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَقْرُوْنَةً، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ...

وَاُحَذِّرُكُمُ الْاِصْغَاءَ اِلٰی هُتُوْفِ الشَّيْطَانِ بِكُمْ، فَاِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ.

(ہم (اہلبیت پیغمبرؐ) اللہ کا گروہ ہیں، جو غالب آنے والا ہے۔

ہم اہلبیتؑ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی لوگ، ان کے پاک و پاکیزہ اہلِ خاندان، اور ثقلین میں سے ایک ہیں

حضرت رسولِ خدا نے ہم لوگوں کو، خدا کی کتاب (قرآن مجید) کا ثانی قرار دیا ہے، وہ (کتاب جس کے بارے میں ارشادِ قدرت ہے کہ):

"اُس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔"

"باطل نہ اُس کے سامنے سے آسکتا ہے، نہ پیچھے سے۔"

اُس (کتابِ الٰہی) کی تفسیر کے لئے ہم پر ہی اعتماد کیا گیا ہے۔ ہم اُس کی تاویل (و تشریح) سے دور نہیں ہیں۔ بلکہ اُس کے حقائق (و معارف) کا اتباع کرنے والے ہیں۔

تم لوگ ہماری بات مانو، ہماری اطاعت فرض ہے۔ کیونکہ (یہی وہ چیز ہے جو) خدا اور رسولؐ کی اطاعت سے ہم آہنگ، اور جڑی ہوئی ہے جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

"خدا کی اطاعت کرو، رسولؐ کی اطاعت کرو، اور صاحبانِ امر کی۔"

اور میں تم لوگوں کو باخبر کرتا ہوں کہ (خبردار) شیطان کی آواز پر کان (مت) دھرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

تقویٰ و پرہیزگاری کے بارے میں

آپؑ کی نصیحت

قرآن مجید میں خالقِ دوجہاں کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ.

(اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان قرار دیئے تاکہ تم لوگ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو، بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو، یقیناً خداوندِ عالم خوب جاننے والا، باخبر ہے)

(۱)

سرکارِ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحابِ باوفا، اگرچہ دیانت داری و اخلاصِ عمل کے نہایت بلند درجے پر فائز تھے اسکے باوجود آپؑ نے دورانِ راہ، اور کربلا کے میدان میں، اپنے خطبوں کے دوران انھیں تقویٰ و پرہیزگاری کی مسلسل نصیحت فرمائی، چنانچہ راوی کا بیان ہے کہ

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْحَمْدِ وَالثَّنَاءِ:

عِبَادَ اللَّهِ - اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مِنَ الدُّنْيَا عَلَىٰ حَذَرٍ فَإِنَّ الدُّنْيَا لَوْ بَقِيَتْ لِأَحَدٍ وَبَقِيَ عَلَيْهَا أَحَدٌ لَكَانَتِ الْأَنْبِيَاءُ أَحَقَّ بِالْبَقَاءِ وَأَوْلَىٰ بِالرِّضَاءِ وَأَرْضَىٰ بِالْقَضَاءِ غَيْرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ الدُّنْيَا لِلْبَلَاءِ وَخَلَقَ

أَهْلَهَا لِلْفَنَاءِ۔

فَجَدِيدُهَا بَالٍ وَنَعِيمُهَا مُضْمَحِلٌّ، وَسُرُورُهَا مُكَفَّرٌ وَالْمَنْزِلُ بُلْغَةٌ، وَالدَّارُ قُلْعَةٌ، فَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(امام عالی مقامؑ نے حمد وثنائے پروردگار کے بعد فرمایا:

"اے اللہ کے بندو، اللہ سے ڈرو۔

دنیا کی طرف سے ہوشیار رہو، کیونکہ یہ دنیا (اور اس کی زندگانی) اگر کسی کے لئے باقی رہتی تو انبیائے (کرام اس دنیا میں) باقی رہنے کے زیادہ حقدار تھے، وہ رضائے پروردگار سے بہت نزدیک اور اس کے فیصلوں پر زیادہ راضی رہنے والے تھے۔

لیکن دنیا تو پیدا ہی آزمائش کے لئے ہوئی ہے اور اس کے باشندوں کے لئے (موت و) فنا مقرر ہے!

یہاں کی نئی چیزیں بوسیدہ ہونے والی۔

یہاں کی نعمتیں (زوال و) اضمحلال کا شکار ہونے والی۔

اور یہاں کا سرور، نامشکور ہے۔

منزل (آخرت) تک (سب کو) پہونچنا ہے اور (یہ) گھر خالی ہونے والا ہے۔

لہٰذا، زادِ راہ مہیا کرلو، بیشک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

اللہ سے ڈرو، تاکہ فلاح پاؤ۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

کے بارے میں

آپ کا ارشادِ گرامی

اِعْتَبِرُوا أَيُّهَا النَّاسُ بِمَا وَعَظَ اللّٰهُ بِهِ أَوْلِيَاءَهُ مِنْ سُوءِ ثَنَائِهِ عَلَى الْأَحْبَارِ إِذْ يَقُولُ:

"لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ..."

وَإِنَّمَا عَابَ اللّٰهُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَرَوْنَ مِنَ الظَّلَمَةِ الَّذِينَ بَيْنَ أَظْهُرِهِمُ الْمُنْكَرَ وَالْفَسَادَ فَلَا يَنْهَوْنَهُمْ عَنْ ذٰلِكَ رَغْبَةً فِيمَا كَانُوا يَنَالُونَ مِنْهُمْ، وَرَهْبَةً مِمَّا يَحْذَرُونَ وَاللّٰهُ يَقُولُ:

"فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ"

وَقَالَ (سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى):

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ)..

فَبَدَأَ اللّٰهُ بِالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرِيضَةً مِنْهُ، لِعِلْمِهِ بِأَنَّهَا إِذَا أُدِّيَتْ وَأُقِيمَتْ، اِسْتَقَامَتِ الْفَرَائِضُ كُلُّهَا هَيِّنُهَا وَصَعْبُهَا۔

وَذٰلِكَ أَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ دُعَاءٌ إِلَى الْإِسْلَامِ مَعَ رَدِّ الْمَظَالِمِ وَمُخَالَفَةِ الظَّالِمِ وَقِسْمَةِ الْفَيْءِ وَالْغَنَائِمِ وَأَخْذِ الصَّدَقَاتِ مِنْ مَوَاضِعِهَا وَوَضْعِهَا فِي حَقِّهَا۔

(اے لوگو ــــــ

عبرت حاصل کرو، اُس نصیحت سے جو خداوندِ عالم نے اپنے پیارے بندوں سے فرمائی ہے (جس میں اُن) راہبوں کی مذمت کی ہے (جو اپنے فریضۂ مذہبی کو ادا نہیں کرتے تھے) جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

"ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ خدا پرست لوگ اور پادری انھیں جھوٹ بولنے سے روکیں...

(مذکورہ بالا آیت میں) اُن لوگوں کی سرزنش اس لئے کی گئی ہے کہ:

جو ظالم، اُن کے سامنے برائی اور فساد کے مرتکب ہوتے تھے وہ (سب کچھ) اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا (پھر بھی) وہ اُن لوگوں کو منع نہیں کرتے تھے۔

اُن (مفادات کی لالچ میں، جو وہ، اُن لوگوں سے حاصل کرتے تھے اور اُن باتوں کے ڈر سے جن کا انھیں اندیشہ لاحق تھا۔

جب کہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ:

"لوگوں سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔"

اور سورۂ توبہ میں، خداوندِ عالم نے فرمایا ہے کہ:

"مومن مرد اور مومن عورتیں، ایک دوسرے کے حامی ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں، بُرائی سے منع کرتے ہیں (نماز قائم کرتے ہیں) زکواۃ ادا کرتے ہیں اور خدا ورسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں)

خداوندِ عالم نے (اس آیت میں) سب سے پہلے "امر بالمعروف نہی عن المنکر" کے فریضہ کا ذکر فرمایا ہے)، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اگر اسے ادا کر دیا جائے اور اس کی (پوری) پابندی کی جائے تو تمام فرائض، چاہے وہ آسان ہوں یا مشکل، ان کی پابندی کی جانے لگی۔

یہ "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" (درحقیقت)

اسلام کی طرف دعوت۔

لوگوں کے دبے ہوئے حقوق کی واپسی۔

ظالم کی مخالفت۔

فیٔ اور غنائم کی (صحیح اور درست) تقسیم۔

صدقات کو اُن کے (اصلی) مراکز سے حاصل کرنے اور حقدار تک پہونچانے (کا راستہ) ہے۔

انسانی طبائع کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی

انسان اپنی طینت و سرشت کے لحاظ سے مختلف عناصر کا مجموعہ ہونے کی بناء پر، گوناگوں صفات کا حامل ہوتا ہے۔ کسی میں جرأت و استقامت زیادہ ہوتی ہے، اور کوئی حالات کے مقابلے پر بہت جلد سپر انداختہ ہوجاتا ہے۔
کسی میں وفاداری انتہا کو نظر آتی ہے تو کوئی وقت کی رفتار کو ہی اہمیت دیتا نظر آتا ہے۔
کسی میں تحمل و بُردباری کی شان نمایاں نظر آتی ہے تو کوئی بہت جلد مشتعل ہوجاتا ہے۔
کسی کی عقلمندی و دانشوری ہر ایک کو متاثر کرتی ہے اور کسی کی نادانی خود اس کی ذات کے لئے بھی وبال بن جاتی ہے۔
سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک مختصر خطبہ میں بنی نوعِ انسان کی گوناگوں صفات پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔
اِنَّ الْحِلْمَ زِیْنَةٌ، وَالْوَفَاءَ مُرُوَّةٌ، وَالصِّلَةَ نِعْمَةٌ وَالْاِسْتِکْبَارَ تَکَلُّفٌ، وَالْعَجَلَةَ سَفَهٌ، وَالسَّفَهَ ضَعْفٌ وَالْغُلُوَّ وَرْطَةٌ، وَمُجَالَسَةَ اَهْلِ الدَّنَاءَةِ شَرٌّ، وَمُجَالَسَةَ اَهْلِ الْفُسُوْقِ رِیْبَةٌ۔
(بیشک حلم (و بردباری) باعثِ زینت ہے۔
وفاداری (میں) مروت ہے۔

صلۂ رحم نعمت ہے۔
تکبر، (مذموم اور قابلِ نفرت) صفت ہے۔
جلد بازی، کم عقلی ہے۔
حماقت (میں) کمزوری ہے۔
بُرائی (خود کو) مہلکہ (میں) ڈالنا ہے۔
پست لوگوں کی ہم نشینی، بُرائی ہے۔
اور بدکار لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے (انسان) مشکوک (قرار پاتا ہے)۔

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

امام حسنِ مجتبیٰؑ کی تدفین کے موقع پر امام حسینؑ کا ارشادِ گرامی

۲۸ صفر ۵۰ہجری کو، سردارِ جوانانِ جناں، امامِ مسموم حضرت امام حسنؑ کی امیرِ شام کے بھیجے ہوئے زہر کے نتیجے میں شہادت واقع ہوئی۔

چونکہ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا تھا، کہ میری آرزو ہے کہ مجھے نانا کے پہلو میں دفن کیا جائے، لیکن اگر لوگ مزاحمت کریں، تو مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا۔

چنانچہ طبری کی روایت ہے کہ:

امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادرِ بزرگ حضرت امام حسنِ مجتبیٰؑ کی تجہیز و تکفین فرمائی، اور ان کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد اُن کے جسدِ اقدس کو لیکر قبرِ پیغمبرِ اکرمؐ کی طرف چلے تاکہ نانا کے پہلو میں انھیں دفن کر دیں۔

لیکن جیسے ہی مروان بن الحکم کو اطلاع ملی، وہ ایک خچّر پر سوار ہو کر تیزی سے ام المومنین کے پاس پہنچا، اور اُن سے کہا کہ:

... امام حسینؑ اپنے بھائی (حضرت امام حسنؑ) کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہیں ... اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو آپ کے والد اور اُن کے ساتھی کو (پہلوئے رسولؐ میں دفن ہونے کا جو منفرد) اعزاز ملا ہے وہ ختم ہو جائیگا۔

"محترمہ" نے کہا "پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے۔؟"

تو وہ بولا کہ: آگے بڑھیں، اور انھیں وہاں دفن نہ ہونے دیں۔

پوچھا: کیسے آگے بڑھوں۔؟

کہنے لگا کہ: یہ لیجئے، میرا خچّر حاضر ہے، اس پر بیٹھ کر آجایئے۔ اور لوگوں کو روکیئے۔

یہ کہہ کر وہ خود تو اُتر گیا، اور اُن بی بی کو سوار کرا دیا۔

تاریخی اعتبار سے یہ پہلی خاتون تھیں، جو اس طرح (اونٹ یا خچّر وغیرہ) پر سوار ہوئیں!!۔

جب یہ روانہ ہوئیں، اُس وقت تک لوگ، امام حسن علیہ السلام کے جنازہ کے ساتھ حضورِ اکرمؐ کی قبرِ مبارک کے قریب پہنچ چکے تھے۔

زوجۂ پیغمبرؐ، خچّر کو ایڑ لگاتی ہوئی، تیزی سے روانہ ہوئیں، اور قبر کے پاس کھڑی ہو کر کہنے لگیں کہ:

"خدا کی قسم (امام حسنؑ) کو یہاں دفن نہیں ہونے دیا جائے گا، چاہے تم لوگ اس کے لئے میرا سر مونڈ دو، یہ کہہ کر اپنے ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

اس دوران، زوجۂ رسولؐ کو خچّر پر سوار کرنے کے بعد، مروان، خاندانِ بنی امیہ کے اوباشوں کو جمع کر چکا تھا، اور ان سب کو اس بات پر ورغلا رہا تھا کہ نواسۂ رسولؐ پہلوئے رسولؐ میں دفن نہ ہونے پائیں، وہ اُن لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ" ہمارے خاندان کے بزرگ" تو جنّت البقیع سے بھی دور دفن کئے جائیں، اور نواسۂ رسولؐ کو حضور کے پہلو میں دفن کیا جائے!

نہیں! ــــــ خدا کی قسم، ہم لوگ ایسا نہ ہونے دینگے، تلواریں

نکل آئیں گی!

اُس نے اس قدر اشتعال انگیز باتیں کیں کہ فتنہ وفساد کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا' کیونکہ بنی ہاشم کے نوجوانوں کی غیرت بھی جاگ اٹھی تھی۔

مگر، حضرت امام حسینؑ علیہ نے اُن لوگوں کو، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی وصیت یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ :

اَللّٰہَ —— اللّٰہ —— اَنْ تَفْعَلُوْا وَ تُضَیِّعُوْا وَصِیَّۃَ اَخِیْ ۔

(خدا کے لئے، کوئی ایسا اقدام نہ کرنا کہ میرے بھائی (امام حسنؑ) کی وصیت کی خلاف ورزی ہوجائے)

پھر زوجۂ پیغمبرؐ کو مخاطب کرکے فرمایا :

"واللّٰہِ — لَوْلَا اَنَّ اَبَا مُحَمَّدٍ اَوْصٰی اِلَیَّ اَنْ لَا اُھْرِیْقَ مِحْجَمَۃَ دَمٍ، لَدَفَنْتُہٗ ھَاھُنَا، وَلَوْ رَغِمَ اَنْفُکِ۔ "

(خدا کی قسم ! ——

اگر میرے برادرِ محترم نے یہ وصیت نہ فرمادی ہوتی (کہ میرے دفن کے سلسلہ میں، اگر اختلاف کی صورت پیدا ہو تو دیکھو!) "خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہنے" پائے —— تو میں .... لوگوں کی مخالفت کے باوجود، انھیں اسی جگہ دفن کرکے رہتا)

(ملاحظہ فرمایئے: تاریخ طبری، بحوالہ دلائل الامامۃ ص ۱۶۱)

اس کے بعد آپؑ اپنے بھائیؑ کے جنازہ کو لے کر جنت البقیع تشریف لے گئے، اور وہاں جنابِ فاطمہؑ کے پہلو میں دفن کیا۔

اور بھائیؑ کو سپردِ لحد کرتے ہوئے فرمایا :

رحمك اللّٰہ یا ابا محمّد، ان کنت لنباصر الحق

مظانہ، و تؤثر اللّٰہ عند تداحض الباطل فی مواطن التقیۃ بحُسنِ الرویۃ، و تستشف جلیل معاظم الدنیا بعین لھا حاقرۃ، و تقبض علیھا یدا طاھرۃ الاطراف، نقیۃ الاسرۃ و تردع بادرۃ غرب اعدائك، بالیسر المؤنۃ علیك۔

ولا غرو وانت ابن سلالۃ النبوۃ و رضیع لبان الحکمۃ فالی روح و ریحان وجنۃ نعیم۔

اعظم اللّٰہ لنا ولکم الاجر علیہ، و وھب لنا ولکم السلوۃ وحسن الاسی عنہ۔

(اے ابو محمدؑ (میرے برادرِ بزرگ) !-

خداوندِ عالم آپ پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔

آپ وہ تھے، جو حق کے موقع محل کو اپنی بصیرت سے ملاحظہ فرمارہے تھے۔

جن مواقع پر باطل کی یلغار ہورہی تھی، آپ نے حسنِ عمل کو مدِنظر رکھا، اور رضائے پروردگار کو ہر چیز پر مقدم قرار دیا۔ اور دنیا کے بڑے بڑے (عہدے اور منصب) کو آپ نے نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔

... پاک و پاکیزہ ہاتھوں اور عالی مرتبت خاندان (کے ساتھ)۔

آپ نے اپنے دشمن کی دسیسہ کاریوں کا اس طرح دفاع کیا (جو آپ کے شایانِ شان تھا)

آسان (انداز سے) جس کا بوجھ ہلکا تھا)

اور اس میں کوئی تعجب اس لئے نہیں، کہ :
آپ معدنِ رسالتؐ کے نورِ نظر اور
سرچشمۂ حکمت سے شکم سیر ہونے والے ہیں۔
(اور اب جب کہ آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر،
عالمِ جاودانی کی طرف تشریف لیے جا رہے ہیں، تو درحقیقت)
روح و ریحان، اور جنّت الفردوس (کی عظیم الشان نعمتوں) کی طرف
تشریف لئے جا رہے ہیں)۔
آپ کی رحلت کے سانحۂ جانکاہ پر خداوند عالم ہم سب لوگوں
کو صبرِ جمیل کرامت فرمائے) ہمیں اور آپ کو اجرِ عظیم عطا کرے)۔
(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے :
عیون الاخبار جلد ۲، صفحہ ۳۱۲، تاریخ ابنِ عساکر
احقاق الحق جلد ۱۱ ص ۵۹۷)
بحوالہ : موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ
(معہد تحقیقات باقر العلوم)

۶

اور جب، حضرت امام حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام کو سپردِ لحد کر دیا گیا، تو حضرت
امام حسین علیہ السلام نے ان کی جدائی کے سلسلے میں ایک مرثیہ پڑھا
جس کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

أأدهن راسی ام اطیب محاسنی
ورأسك معفور وانت سلیب
او استمتع الدنیا لشیٔ أحبه
الا کل ما ادنی الیك حبیب
فلا زلت ابکی ما تغنت حمامة
علیك وما هبت صبا وجنوب
وما هملت عینی من الدمع قطرة
وما اخضر فی روح الحجاز قضیب
بکائی طویل، والدموع غزیرة
وانت بعید والمزار قریب
غریب واطراف البیوت تحوطه
الا کل من تحت التراب غریب
ولا یفرح الباقی خلاف الذی مضی
وکل فتی للموت فیه نصیب
فلیس حریب من اُصیب بماله
ولکن من واری اخاه حریب
نسیبك من امسی یناجیك طیفه
ولیس لمن تحت التراب نسیب

۶

(کیا یہ ہو سکتا ہے کہ : میں اب اپنے سر میں تیل لگاؤں، یا زینت
کا کوئی کام کروں، جبکہ آپ کا سرِ اقدس کفن میں لپٹا ہوا ہے ....
یا، (کیا یہ ممکن ہے کہ) میں دنیا کی پسندیدہ چیزوں سے کوئی
حظ حاصل کروں (جبکہ آپ ہماری نگاہوں سے دور ہیں)
(اب تو میری حالت یہ ہے کہ) میں مسلسل گریہ و بکا کرتا رہوں گا،
جب تک (چرند و پرند) بول رہے ہیں، اور جب تک شمال و جنوب ●

کی ہوائیں چل رہی ہیں، میں آپ (کی جُدائی) پر روتا رہوں گا۔
(اور میرا یہ گریہ اُس وقت تک جاری رہے گا) جب تک آنکھوں میں آنسو کا ایک قطرہ بھی باقی ہے، اور جب تک زمین میں پودے اُگ رہے ہیں۔
میرا رونا بہت طویل ہے، میرے آنسو بہتے رہیں گے۔
(اے برادرِ بزرگ) آپ تو ہم سے دُور (چلے گئے) البتہ آپکا مزار (ہم سے) نزدیک ہے۔
گھروں کے اطراف نے اُس کا احاطہ کر رکھا ہے۔
لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) جو لوگ زیرِ زمین سو رہے ہیں، وہ رُوئے زمین پر چلنے پھرنے والوں کے لئے) اجنبی ہو چکے ہیں۔
جانے والوں کے پیچھے، باقی رہ جانے والوں کے لئے ـــــ کوئی فرحت نہیں ہے۔
(لیکن یہ بھی برحق ہے کہ) ہر حیوان کی زندگی میں موت کا ایک حصّہ ہے۔
غمزدہ و پریشان وہ نہیں ہے جس کے اسباب لُوٹ لئے گئے ہوں۔
بلکہ حقیقتاً غمزدہ وہ ہے جو اپنے (ہاتھوں سے) اپنے بھائی کو قبر کی آغوش میں) چھپادے۔
آہ ـــــ آپ کا بھائی، جس سے کل تک آپ سرگوشی کر رہے تھے، اب زیرِ زمین جانے کے بعد (کس سے سرگوشی کرے)...!

ملاحظہ فرمائیے: مناقب ابنِ شہر آشوب
بحار الانوار جلد ۴۴، ص ۱۶۱
بحوالہ: موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ

ہم نے اس جگہ سرکارِ سیدالشہدا امام حسین علیہ السلام کے صرف ایک مرثیہ کے چند اشعار کو ترجمہ کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، جس کا تذکرہ ہمارے متعدد بلند مرتبہ علمائے کرام اور محققین نے اپنی اپنی مستند تصنیفات میں کیا ہے، جو فصاحت و بلاغت کے شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔
البتہ بعض مورخین کرام نے، حضرت امام حسن مجتبیٰ کی شہادت کے سلسلے میں سرکارِ سیدالشہدا حضرت امام حُسین علیہ السلام کے کچھ اور مرثیوں کا بھی، اپنی کتابوں میں تذکرہ کیا ہے۔
اس سلسلہ میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے "بحار الانوار" میں جس مرثیہ کا تذکرہ کیا ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

ان لم امت اسفا علیک فقد
اصبحتُ مشتاقا الی الموت

(اے میرے برادرِ محترم، آپ کی جُدائی پر حسرت و اندوہ کرتے ہوئے اگرچہ مجھے موت تو نہیں آئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں موت کا مشتاق (اور آرزومند ضرور ہوں)

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:
مناقب ابن شہر آشوب اور بحار الانوار جلد ۴۴ صفحہ ۱۶۱)

گذشتگان کے حالات سے عبرت حاصل کرو

دنیا کی بے ثباتی، اور صاحبانِ اختیار و اقتدار کی بے بسی کی حالت میں دنیا سے روانگی کا ذکر کرتے ہوئے امام علیہ السلام نے، بنی نوع انسان کو توجہ دلائی کہ، اس دارِ فانی کے بجائے باقی رہنے والی زندگی کے بارے میں فکر کریں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

يَا ابْنَ آدَمَ — تَفَكَّرْ وَقُلْ:

أَيْنَ مُلُوكُ الدُّنْيَا وَأَرْبَابُهَا، الَّذِينَ عَمَرُوا خَرَابَهَا وَاحْتَفَرُوا أَنْهَارَهَا، وَغَرَسُوا أَشْجَارَهَا، وَمَدَّنُوا مَدَائِنَهَا، فَارَقُوهَا وَهُمْ كَارِهُونَ وَوَرِثَهَا قَوْمٌ آخَرُونَ، وَنَحْنُ بِهِمْ عَمَّا قَلِيلٍ لَاحِقُونَ.

يَا ابْنَ آدَمَ — اُذْكُرْ مَصْرَعَكَ وَفِي قَبْرِكَ مَضْجَعَكَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ تَشْهَدُ جَوَارِحُكَ عَلَيْكَ، يَوْمَ تَزِلُّ فِيهِ الْأَقْدَامُ وَتَبْلُغُ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَبْدُو السَّرَائِرُ وَيُوضَعُ الْمِيزَانُ الْقِسْطُ۔

يَا ابْنَ آدَمَ — اُذْكُرْ مَصَارِعَ آبَائِكَ وَأَبْنَائِكَ كَيْفَ كَانُوا وَحَيْثُ حَلُّوا، وَكَأَنَّكَ عَنْ قَلِيلٍ قَدْ حَلَلْتَ مَحَلَّهُمْ وَصِرْتَ عِبْرَةَ الْمُعْتَبِرِ۔

(اے آدم کی — سوچو اور بتاؤ:

دنیا کے وہ بادشاہان اور سربراہان کہاں ہیں جنھوں نے اس کے

ویرانوں کو آباد کیا تھا، اس میں نہریں کھودی تھیں، اس میں درخت لگائے تھے، اور اس کے شہروں کو آباد کیا تھا۔

ان لوگوں کو، یہ ساری چیزیں چھوڑنی (پڑیں) حالانکہ (وہ ان چیزوں کو چھوڑنا) نہیں چاہتے تھے — پھر دوسرے لوگ انکے جانشین بن گئے۔

(ہم لوگ بھی جو اس دنیا میں موجود ہیں) جلد ہی گذر جانے والوں کے ساتھ) مل جائیں گے۔

اے اولادِ آدمؑ —

اپنی (آخری) آرام گاہ کو یاد رکھو (اور اس بات کو کبھی فراموش نہ کرنا) کہ قبر ہی تمہاری خواب گاہ ہے۔

(پھر قیامت میں) خداوندِ عالم کے سامنے تمہارے اعضاء و جوارح تمہارے خلاف گواہی دینگے جس دن، قدموں میں لغزش ہوگی۔ دلوں (میں ایسا اضطراب ہوگا گویا وہ) حلقوم کے اندر پہنچ جائیں گے

(اس دن) چہرے سفید ہو جائیں گے، اسرار کھل جائیں گے اور عدل و انصاف کی ترازو نصب کر دی جائے گی۔

اے اولادِ آدمؑ —

اپنے آباد و اجداد) اور اپنی اولاد کی (آخری) آرام گاہ کو یاد رکھو۔

(غور کرو کہ جو لوگ دنیا سے گذر گئے) وہ کہاں تھے اور اب کہاں پہنچے؟ عنقریب تم بھی تو گویا، ان ہی کی منزل میں اترنے والے ہو (جس کے بعد) تم (خود بھی) نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے عبرت (کا سامان) بن جاؤ گے۔

دُنیا کے زوال کے بارے میں
آپ کا
ارشادِ گرامی

حمد وثنائے پروردگار کے بعد آپ نے فرمایا۔

اِنَّہٗ قَدْ نَزَلَ بِنَا الْاَمْرُ مَا قَدْ تَرَوْنَ وَ اِنَّ الدُّنْیَا تَغَیَّرَتْ وَ تَنَکَّرَتْ وَ اَدْبَرَ مَعْرُوْفُھَا، وَاسْتَمَرَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ یَبْقَ مِنْھَا اِلَّا صُبَابَۃٌ کَصُبَابَۃِ الْاِنَاءِ وَخَسِیْسُ عَیْشٍ کَالْمَرْعَی الْوَبِیْلِ۔

اَلَا تَرَوْنَ اِلَی الْحَقِّ لَا یُعْمَلُ بِہٖ وَاِلَی الْبَاطِلِ لَا یُتَنَاھیٰ عَنْہُ لِیَرْغَبَ الْمُوْمِنُ فِیْ لِقَاءِ رَبِّہٖ مُحِقًّا۔

فَاِنِّیْ لَا اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَۃً وَالْحَیٰوۃَ مَعَ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا بَرَمًا۔

(جو (مصائب وآلام) ہم پر نازل ہوئے ہیں، وہ تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو۔ دنیا بدل گئی ہے۔ (اس کا چہرہ) ناپسندیدہ ہوگیا ہے، اس کی نیکیاں پس پشت چلی گئی ہیں، اور یہ (پوری طرح) اُلٹ گئی ہے۔

اب کچھ باقی نہ رہا، سوائے (ایک معمولی) مقدار کے، جیسے (کسی) برتن میں تلچھٹ باقی رہ جائے، اور پست زندگانی جیسے بدمزہ چارہ۔

کیا تم لوگ حق کی طرف نہیں دیکھ رہے ہو، جس پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔ اور (نہ) باطل (کی طرف نظر کر رہے ہو) جس سے اجتناب (ہی) نہیں کیا جا رہا ہے۔

مومن، لقائے پروردگار کی رغبت کرنے میں، برحق ہے۔

میں تو موت کو محض سعادت، اور ظالموں کے ساتھ زندگی (گذارنے) کو ناپسندیدہ سمجھتا ہوں)۔"

(نوٹ)

تاریخ سے واقفیت رکھنے والے کس شخص کو اس بات میں شک ہو سکتا ہے کہ وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد دنیا کا چہرہ کس قدر تبدیل ہو گیا، کہ سیدہ عالمینؑ کا وہ دروازہ جس پر حبیب کبریاؐ ہر نماز سے پہلے آ کر سلام بھی کرتے تھے، آیۂ تطہیر کی تلاوت بھی فرماتے تھے، اسی دروازے پر، حضور اکرمؐ کا کلمہ پڑھنے والے لوگ ... آگ اور لکڑی لے کر پہونچ گئے۔

اور پھر یہ حالات استغفدر بھیانک ہوتے چلے گئے کہ نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسینؑ جو راکب دوش رسولؐ تھے، کربلا کے میدان میں تین دن کی بھوک و پیاس کے عالم میں اپنے اہل خاندان کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

روضۂ رسولؐ پر

نواسے کی فریاد

مورخین کا بیان ہے کہ:
حضرت امام حسین علیہ السلام رات کے وقت گھر سے نکلے، روضۂ رسولؐ پر تشریف لائے، اور اپنے جدِ بزرگوار کو مخاطب کر کے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ـــــ اَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ فَاطِمَہ
اَنَا فَرْخُكَ وَابْنُ فَرْخَتِكَ، وَسِبْطُكَ فِی الْخَلَفِ الَّذِی خَلَّفْتَ
عَلٰی اُمَّتِكَ، فَاشْهَدْ عَلَیْهِمْ یَا نَبِیَّ اللّٰہ۔
اِنَّهُمْ قَدْ خَذَلُوْنِیْ وَضَیَّعُوْنِیْ وَاِنَّهُمْ لَمْ یَحْفَظُوْنِیْ۔
وَهٰذَا شَكْوَایَ اِلَیْكَ حَتّٰی اَلْقَاكَ۔

(اے اللہ کے رسولؐ آپ پر سلام ہو۔
میں آپ کا فرزند، آپؐ کی بیٹی کا بیٹا حسینؑ ہوں)
جن لوگوں کو آپ نے اپنی امت کے درمیان چھوڑا، ان میں آپؐ کا نواسہ (اب میں ہی تو رہ گیا ہوں)
اے خدا کے پیغمبر گواہ رہیئے گا کہ:
ان لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔
میرے (حق کو) ضائع کیا ـــــ اور
ہماری حفاظت نہیں کی۔

آپ کی بارگاہ میں میری یہ فریاد (جاری رہے گی) یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کے لئے آپ کی خدمت میں حاضری دوں۔)

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے،
الفتوح جلد۵ صفحہ ۱۹۔ مقتل خوارزمی جلد ۱ ص ۱۸۶
عوالم جلد ۱۷ ص ۱۷۷ (بحوالہ موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ ص ۲۸۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ:
دوسری رات بھی آپ بیت الشرف سے نکلے، قبر مبارک کے پاس جاکر، دو رکعت نماز پڑھی، اور نماز کے بعد بارگاہِ معبود میں عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا قَبْرُ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ، وَاَنَا ابْنُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَقَدْ
حَضَرَنِیْ مِنَ الْاَمْرِ مَا قَدْ عَلِمْتَ۔
اَللّٰهُمَّ وَاِنِّیْ اُحِبُّ الْمَعْرُوْفَ وَاَكْرَهُ الْمُنْكَرَ۔
وَ اَنَا اَسْاَلُكَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِحَقِّ هٰذَا الْقَبْرِ
وَمَنْ فِیْهِ۔
مَا اخْتَرْتَ مِنْ اَمْرِیْ هٰذَا، مَا هُوَ لَكَ رِضًی۔

(خداوندا یہ تیرے پیغمبر (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر ہے۔ اور میں آنحضرتؐ کا نواسہ ہوں۔
اب جو معاملہ در پیش ہے، وہ تیرے علم میں ہے۔
خداوندا ـــــ میں نیکی سے محبت کرتا ہوں اور برائی کو ناپسند کرتا ہوں۔
اے ذوالجلال والاکرام ـــــ میں تجھ کو اس قبرِ مبارک، اور جو عظیم المرتبت

ہستی) اس قبر کے اندر ہے، اُس کا واسطہ دیتا ہوں کہ :
میرے اس معاملے میں، میرے لئے وہی بات اختیار فرما جس میں تیری خوشنودی ہو)

(ملاحظہ فرمایئے : الفتوح، مقتل خوارزمی بحار الانوار جلد ۴۴

عوالم جلد ۱۷ اور العیون العبری ص۲۰)

جس کے بعد آپؑ نے گریہ فرمایا...
صبح نمودار ہوئی تو اپنا سرِ اقدس قبرِ مبارک پر رکھ دیا۔
تھوڑی دیر کے لئے نیند آ گئی تو خواب میں حضورِ اکرمؐ کو دیکھا جن کے داہنے بائیں، آگے پیچھے ہر طرف ملائکہ مقربین تھے۔
اور آنحضرتؐ نے نواسے کو شہادت کی خبر سنائی۔

(" " " ")

محمد بن حنفیہ کے نام وصیت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری اور بارگاہِ معبود میں مناجات کے بعد، جب خواب میں آپؑ نے حضورِ اکرمؐ کو دیکھا جو فرما رہے تھے کہ :
یَا بُنَیَّ یَا حُسَینُ، کانک عن قریب اراک مقتولا مذبوحا بارض کرب وبلا...
(اے میرے نورِ نظر —— اے حسینؑ۔
میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت جلد تمہیں کرب و بلا کی سرزمین پر ذبح کر کے شہید کر دیا جائے گا)...
جس کے بعد امامؑ عالی مقام نے رختِ سفر باندھا —— اور روانگی سے قبل اپنے بھائی محمدؐ بن حنفیہ سے یوں وصیت فرمائی۔
هٰذَا مَا اَوْصٰی بِهِ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ اِلٰی اَخِیْهِ مُحَمَّدٍ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ الْحَنَفِیَّةِ۔
اِنَّ الْحُسَیْنَ یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ جَاءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ الْحَقِّ۔
وَاَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ حَقٌّ۔
وَاَنَّ السَّاعَةَ آتِیَةٌ لَا رَیْبَ فِیْهَا۔
وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔

وَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَّلَا بَطِرًا وَّلَا مُفْسِدًا وَّلَا ظَالِمًا۔
وَاِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّةِ جَدِّیْ
اُرِیْدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَاَسِیْرَ بِسِیْرَةِ
جَدِّیْ وَاَبِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ
فَمَنْ قَبِلَنِیْ بِقَبُوْلِ الْحَقِّ فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِالْحَقِّ
وَمَنْ رَدَّ عَلَیَّ اَصْبِرُ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰهُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْقَوْمِ بِالْحَقِّ
وَهُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ۔
وَهٰذِهٖ وَصِیَّتِیْ یَا اَخِیْ اِلَیْكَ۔
وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ۔

(شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے)
یہ وصیت نامہ حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی طرف سے اپنے
بھائی محمد بن حنفیہ کے نام ہے۔
حسینؑ گواہی دیتے ہیں کہ: خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ
وحدہٗ لاشریک ہے، اور (حضرت) محمدؐ اُس کے بندے اور
رسول ہیں، جو خداوند عالم کی طرف سے حق کے ساتھ تشریف لائے۔
جنّت اور جہنّم برحق ہیں۔
قیامت آنے والی ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔
جو لوگ قبروں میں ہیں، خداوندِ عالم اُن سب کو محشور کرے گا۔)

(یاد رکھو۔۔۔
میں کسی بُرائی یا بڑائی کے لئے نہیں نکلا ہوں، نہ فساد اور

ظلم سے میرا کوئی تعلق ہے۔
بلکہ میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے ارادہ سے نکلا ہوں۔
میں چاہتا ہوں کہ نیکی کا حکم دوں۔
بُرائی سے روکوں۔
اپنے جد (حضرت محمد مصطفےٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اپنے
پدر بزرگوار حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے راستے پر چلوں۔
جو شخص حق کے ساتھ مجھے قبول کرے تو (یقین رکھے) کہ اللہ ہی
حق کا زیادہ سزاوار ہے۔
اور اگر کوئی شخص میری (بات کو) رد کرے گا تو میں صبر کروں گا۔
یہاں تک کہ خداوندِ عالم میرے، اور ان لوگوں کے درمیان، حق کا
فیصلہ کردے، اور وہی سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔
اے برادر ۔۔۔ یہ ہے تمہارے نام میری وصیت۔
خداوندِ عالم (ہی کی طرف سے عطا کردہ) توفیق (میری رفیق ہے)۔۔۔
اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)۔۔۔

(والسلام)

ملاحظہ فرمائیے:
بحار الانوار جلد ۴۴ صفحہ ۳۲۹، مناقب ابن شہر آشوب،
جلد ۴، الفتوح جلد ۵: ۲۳، العوالم جلد ۱۷: ۱۷۹ وغیرہ

مکۂ مکرمہ میں جناب ابنِ عباسؓ سے گفتگو

منقول ہے کہ: جب مدینہ منورہ سے روانگی کے بعد حضرت امام حسینؑ نے مکۂ مکرمہ میں قیام فرمایا، جہاں اطراف و جوانب سے آنے والے عمائدین نے آپ کی خدمت میں حاضری دی (اور جیسے جیسے حج کا زمانہ قریب آتا گیا، ویسے ویسے وفود کی آمد میں اضافہ ہوتا گیا) اس موقع پر جناب ابنِ عباس اور عبداللہ بن عمر بھی امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ــــ امام علیہ السلام سے آپؑ کے عزم و ارادہ کے بارے میں گفتگو کی ــــ اور امام عالی مقامؑ نے ان لوگوں سے سوال کیا کہ:

"کیا میں یزید (جیسے فاسق و فاجر) کی بیعت کر لوں؟"

تو جناب ابنِ عباس کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث یاد آئی جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ:

مَالِیْ وَلِیَزِیْد، لَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ یَزِیْد وَاِنَّہٗ لَیَقْتُلُ وَلَدِیْ وَ وَلَدَا بْنَتِیَ الْحُسَیْن.

(افسوس!) میں نے یزید کا کیا بگاڑا ہے؟
خداوند عالم اُس سے اپنی برکت سلب کر لے۔
وہ میرے نورِ نظر، میرے نواسے حسینؑ کو قتل کرے گا"ــــ

....

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابنِ عباسؓ رونے لگے اور امام عالی مقام

پر بھی گریہ طاری ہوا، پھر آپؑ نے فرمایا:

" اے ابنِ عباس ــ تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ میں حضرت رسولِ خدا کا نواسہ ہوں؟"

ابن عباسؓ نے کہا: بیشک! ـ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ پوری دنیا میں آپ کے سوا کوئی اور نواسۂ رسولؐ موجود نہیں ہے۔

اور آپؑ کی مدد و نصرت، اُمت کے لوگوں پر فرض ہے جس طرح کہ نماز و زکواۃ فرض ہے۔

اور یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ایک کے بغیر دوسری چیز قبول کی جا سکتی ہے!

یہ سُن امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

یَا ابْنَ عَبَّاس! ـ فَمَا تَقُوْلُ فِیْ قَوْمٍ اَخْرَجُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ دَارِہٖ وَقَرَارِہٖ وَمَوْلِدِہٖ، وَحَرَمِ رَسُوْلِہٖ وَمُجَاوَرَۃِ قَبْرِہٖ وَمَوْلِدِہٖ، وَ مَسْجِدِہٖ. وَمَوْضَعِ مُهَاجَرِہٖ۔

فَتَرَکُوْہُ خَائِفًا مَرْعُوْبًا لَا یَسْتَقِرُّ فِیْ قَرَارٍ وَلَا یَاوِیْ فِیْ مَوْطَنٍ۔

یُرِیْدُوْنَ فِیْ ذٰلِکَ قَتْلَہٗ وَسَفْکَ دَمِہٖ۔
وَھُوَ لَمْ یُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔
وَلَا اتَّخَذَ مِنْ دُوْنِہٖ وَلِیًّا۔
وَلَمْ یَتَغَیَّرْ عَمَّا کَانَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِؐ

"اے ابنِ عباسؓ! ـ
آپ اُن لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے:

جنھوں نے نواسۂ رسولؐ کو اس کے دیار اور اس کی جائے ولادت
سے نکالا۔

(حضرت) رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حرم اُن کے
روضۂ (اقدس) کی مجاورت، اُن کی مسجد اور جس جگہ انہوں نے ہجرت
کی تھی ـــ وہاں سے دور کر دیا۔

اُسے خوفزدہ کیا...

کہ اب وہ کسی جگہ ٹھہر نہیں سکتا، نہ کسی گھر میں پناہ لے سکتا ہے۔

وہ لوگ اُسے قتل کرنا، اور اُس کا خون بہانا چاہتے ہیں ـــ جبکہ
اس نے نہ تو (کوئی مشرکانہ عمل انجام دیا) نہ خدا کے علاوہ کسی کو اپنا ولی و
سرپرست بنایا ہے اور نہ اُس روش میں کوئی تبدیلی کی ہے جو خدا کے
رسولؐ کی تھی)

ابنِ عباسؓ نے کہا کہ:

میں تو ان لوگوں کے بارے میں (قرآن مجید کی یہ آیت ہی) پڑھوں گا کہ:

إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ ...

(ان لوگوں نے خدا و رسولؐ کا انکار کیا)...

(اس کے بعد جناب ابنِ عباسؓ نے قرآن مجید کی ایک اور آیت
پڑھی جو منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی) اور کہا کہ:

ایسے ہی لوگوں پر خداوندِ عالم کا سخت ترین عذاب نازل ہوگا۔

اور اے نواسۂ رسولؐ! ـــ

جہاں تک آپؑ کا تعلق ہے تو آپ رسولؐ و بتولؑ کی بنا پر شرف و
فضیلت کے تاجدار ہیں..."

میں گواہی دیتا ہوں کہ جو شخص آپؑ کے پہلو سے روگردانی اختیار
کرے اور آپ سے اور حضورِ اکرمؐ سے نبرد آزما ہو (وہ واصلِ جہنم ہوگا)۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

خداوندا ـــ تو گواہ رہنا ....

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

الفتوح ۵: ۲۶، مقتل خوارزمی ۱: ۱۹۰

مثیر الاحزان: ۱۷، بحوالہ موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ ص ۳۰۵-۳۰۷

۶

اور بعض روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب ابنِ عباسؓ نے حضرت
امام حسین علیہ السلام سے جو گفتگو کی اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا
کہ: آپ صلح کا راستہ اختیار کریں؟ اسی میں بہتری ہے، جس کے جواب میں
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

هَيْهَاتَ، هَيْهَاتَ، يَا ابْنَ عَبَّاس ـــ إِنَّ الْقَوْمَ لَنْ يَتْرُكُونِي
وَإِنَّهُمْ يَطْلُبُونِي أَيْنَ كُنْتُ حَتّٰى أُبَايِعَهُمْ كُرْهًا وَيَقْتُلُونِي.
وَاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَيَعْتَدُونَ عَلَيَّ كَمَا اعْتَدَتِ الْيَهُودُ فِي يَوْمِ السَّبْتِ
وَإِنِّي مَاضٍ فِي أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ حَيْثُ أَمَرَنِي إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

(ہیہات ـــ افسوس، اے ابنِ عباسؓ!

یہ لوگ مجھے ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

میں جہاں بھی رہوں گا، یہ لوگ میری تلاش میں رہیں گے یہاں تک
مجھے بیعت پر مجبور کریں۔

یہ مجھے قتل کرتے رہیں گے۔

اور جس طرح یہودیوں نے "سبت" کے معاملے میں حکم خدا کی خلاف ورزی کی، یہ لوگ بھی اسی طرح مجھ پر ظلم ڈھائیں گے۔

اور میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے نفاذ کے لئے جا رہا ہوں۔ جیسا کہ حضور اکرم نے مجھے حکم دیا ہے۔

(اس کے بعد امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ):

"ہم سب اللہ کی ملکیت ہیں، اور اسی کی طرف ہم واپس جانے والے ہیں۔"

(ملاحظہ فرمائیے:

موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ ص۳۲۱)

اور طبری کی روایت ہے ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ:

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کے لئے عازمِ سفر تھے، میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"اے فرزندِ رسولؐ — آپ تشریف نہ لے جائیں۔"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

يَا ابْنَ عَبَّاس، أَمَا عَلِمْتَ إِنْ مَنَعْتَنِي مِنْ هُنَاكَ فَإِنَّ مَصَارِعَ أَصْحَابِي هُنَاكَ.

(اے ابنِ عباس!—

کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ:

جس جگہ جانے سے آپ مجھے روک رہے ہیں، میرے ساتھیوں کی (آخری) آرام گاہ وہیں پر ہے)

اور جب ابنِ عباسؓ نے یہ دریافت کیا کہ آپ کو اس آخری آرام گاہ کے بارے میں کس نے خبر دی؟ — تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

بِسِرٍّ مَسَرَّهُ لِي وَعِلْمٍ أُعْطِيتُهُ

(یہ ایک راز ہے جو میرے سپرد کیا گیا ہے اور (خداوندِ عالم کی طرف سے) مجھے اس کا علم عطا کیا گیا ہے)

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

دلائل الامامۃ: ۴، بحوالہ موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ

(صفحہ ۳۲۰-۳۲۱)

خبرِ شہادت

کسی مومن کو اس بات میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ سید الشہداء حضرت امام حسین ؑ کو اپنی اور اپنے ساتھیوں کی شہادت کے بارے میں مکمل علم تھا۔
اور بعض مورخین کی پھیلائی ہوئی اس غلط فہمی کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ امام علیہ السلام کسی اور ارادے سے نکلے تھے، اتفاقاً ایسے حالات پیش آئے کہ: آپ شہید کر دیئے گئے۔
بلکہ امام علیہ السلام نے دینِ خدا کی سربلندی کے لئے علم و بصیرت کے ساتھ منزلِ شہادت کو قبول کیا تھا، اور اپنے ساتھیوں کو ہر منزل پر باخبر فرماتے رہے کہ جسے شہادت مطلوب ہو صرف وہی میرے ساتھ آئے جو دنیاوی طمع رکھتا ہے وہ واپس چلا جائے۔
بلکہ مدینہ سے روانگی کے وقت آپ نے خاندانِ بنی ہاشم کے تمام لوگوں کو بھی مطلع کر دیا تھا کہ جو بھی آپ کے ساتھ جائے گا وہ شہادت کیلئے آمادہ رہے۔
چنانچہ حمزہ بن حمران کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے امام جعفر صادق ؑ سے جناب محمد بن الحنفیہ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کربلا کیوں نہیں گئے تھے، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے حمزہ! میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں لیکن یاد رکھو کہ اسوقت کے بعد اسکے بارے میں کوئی سوال نہ کرنا (حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام حسین ؑ نے مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت کاغذ منگوا کر تمام اہلِ خاندان کے نام ایک خط لکھا جسکی عبارت یہ تھی):

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مِنَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اِلٰی بَنِیْ هَاشِم:
اَمَّا بَعْدُ! ۔ فَاِنَّ مَنْ لَحِقَ بِیْ مِنْکُمْ اُسْتُشْهِدَ وَمَنْ تَخَلَّفَ لَمْ یَبْلُغِ الْفَتْحَ۔ وَالسَّلَامُ

(شروع خدا کے نام سے جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے)
"حسین بن علی بن ابیطالب ؑ کیطرف سے خاندانِ بنی ہاشم (کے لوگوں) کے نام:
حمد و ثنائے پروردگار کے بعد!
(اے لوگو) تم میں سے جو میرے ساتھ چلے گا وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوگا، اور جو (یہیں) پیچھے رہ جائے گا وہ فتح و کامیابی (کی منزل) تک نہیں پہونچ سکے گا۔ والسلام)

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے: بصائر الدرجات ص۴۸۱ لہوف ص۲۸، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ مثیر الاحزان ص۳۹ الخرائج والجرائح جلد ۲ ص۷۷۱ بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۳۳۰ العوالم جلد ۱۷ ص۱۷۹ بحوالہ موسوعۃ کلمات الامام الحسین ؑ)

اس سلسلہ میں "عوالم" کی یہ روایت بھی قابلِ توجہ ہے کہ:
جنوں میں سے جو صاحبانِ ایمان ہیں، اُن کی بہت سی افواج نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ:
"اے ہمارے آقا۔ ہم آپ کے شیعہ و انصار ہیں ہمیں آپ جو حکم دیں اگر آپ فرمائیں تو ہم لوگ آپکے تمام دشمنوں کو قتل کر دیں اور آپ اپنی جگہ تشریف رکھیں۔
یہ سُن کر امام علیہ السلام نے اُن لوگوں کو دُعائے خیر دی اور فرمایا:
اَوَمَا قَرَأْتُمْ کِتَابَ اللّٰہِ الْمُنَزَّلِ عَلٰی جَدِّیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ:

"اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُشَيَّدَةٍ "
وَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى :

"لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ"
وَاِذَا اَقَمْتُ بِمَكَانِىْ فَبِمَاذَا يُبْتَلٰى هٰذَا الْخَلْقُ الْمَتْعُوْسُ؟
وَبِمَاذَا يُخْتَبَرُوْنَ؟ — وَمَنْ ذَا يَكُوْنُ سَاكِنَ حُفْرَتِىْ
بِكَرْبَلَا؟ وَقَدْ اِخْتَارَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ دَحَى الْاَرْضَ
وَجَعَلَهَا مَعْقِلًا لِشِيْعَتِنَا، وَيَكُوْنُ لَهُمْ اَمَانًا
فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

وَلٰكِنْ تَحْضُرُوْنَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَهُوَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ
الَّذِىْ فِىْ آخِرِهٖ اُقْتَلُ وَلَا يَبْقٰى بَعْدِىْ مَطْلُوْبٌ مِنْ اَهْلِىْ وَ
نَسَبِىْ، وَاِخْوَتِىْ وَاَهْلِ بَيْتِىْ، وَيُسَارُ بِرَاْسِىْ اِلٰى
يَزِيْدَ لَعَنَهُ اللّٰهُ۔

(کیا تم لوگوں نے خداوندِ عالم کی اس کتاب میں، جو میرے نانا رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم پر نازل ہوئی (یہ آیت) نہیں پڑھی کہ :

"تم لوگ جہاں کہیں بھی ہوگے، موت تمہیں اپنی گرفت میں لے لیگی، چاہے تم (نہایت) مضبوط قلعے میں ہو"

اور خداوندِ بزرگ و برتر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :

"جن لوگوں کے لئے قتل (و شہادت) لکھی جا چکی ہے، وہ وہ اپنی خوابگاہ (آخری آرام گاہ) کی طرف نکل پڑیں گے"

اور (پھر اس بات پر بھی تو غور کرو کہ) :

اگر میں اپنی جگہ ٹھہرا رہوں تو یہ پریشان حال مخلوق، کیوں آزمائش میں پڑے، اور کس طرح ان کا امتحان لیا جائے گا۔

(اور یہ بتاؤ کہ) کربلا میں، جو میری قبر ہے، اس میں کون آرام کرے گا؟ — جبکہ خداوندِ عالم نے جس دن زمین بچھائی تھی، اسی دن اُسے (میرے لئے) منتخب کرلیا تھا، اسے میرے شیعوں کا مرکز قرار دیا ہے اور دنیا و آخرت میں امان (کی جگہ) بنایا ہے۔

(اے گروہِ جنّات، آج تم لوگ واپس جاؤ)
لیکن... عاشورہ کے دن (دسویں محرّم کو) آنا۔
اُس دن کے آخری حصّہ میں، مجھے شہید کیا جائے گا۔

میرے بعد، میرے گھر والوں، میرے قرابت داروں، بھائیوں اور اہلِ خاندان میں، کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کی (ان دشمنوں کو) طلب ہو۔

(کیونکہ ان لوگوں کو صرف میرے سر کی طلب ہے، جب میرا سر قلم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ان کا مقصد پورا ہو جائے گا)

اور میرا سر یہ لوگ یزیدِ ملعون کے پاس لے جائیں گے)

یہ سُن کر جنّوں نے عرض کیا کہ :

"اے اللہ کے پیارے، اور اُس کے حبیبؐ کے نواسے۔ خدا کی قسم، اگر آپؑ کے فرمان کی اطاعت لازم، اور اس کی مخالفت حرام نہ ہوتی، تو ہم آپؑ کے تمام دشمنوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیتے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ :

نَحْنُ وَاللّٰهِ اَقْدَرُ عَلَيْهِمْ مِنْكُمْ، وَلٰكِنْ:

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ

(قسم بخدا ـــــ ہم اس بات پر تم لوگوں سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔

لیکن (ایسا کرینگے نہیں، بلکہ لوگوں کو مہلت دی جائیگی) تاکہ جو شخص ہلاکت کو اختیار کرے وہ اتمام حجت کے بعد اور جو زندہ رہے وہ دلیل و برہان کے ساتھ)۔

ملاحظہ فرمائیے: عوالم جلد ۱۷ ص ۱۷۹، لہوف ص ۲۸

بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۳۳۰ بحوالہ موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ ص ۳۰۱

۶

اور جناب مسلم بن عقیلؑ جنھیں امام علیہ السلام نے اپنا نمائندہ بنا کر "کوفہ" کی طرف روانہ کیا تھا۔ اُن پر یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ وہ شہادت کے لئے کمربستہ رہیں۔

چنانچہ مورخین نے امام علیہ السلام کے اُس خط کا بھی تذکرہ کیا ہے جو آپ نے جناب مسلمؑ کو بھیجتے وقت اُن کے نام لکھا تھا، جس میں امام علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

اِنِّيْ مُوَجِّهُكَ اِلٰى اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَ هٰذِهٖ كُتُبُهُمْ اِلَيَّ، وَسَيَقْضِي اللّٰهُ مِنْ اَمْرِكَ، مَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى، وَاَنَا اَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا وَاَنْتَ فِيْ دَرَجَةِ الشُّهَدَاءِ ...

(میں تمہیں کوفہ کے لوگوں کی طرف بھیج رہا ہوں۔

اُن لوگوں کی طرف سے جو خط موصول ہوتے ہیں (وہ سب میرے پاس موجود ہیں)

عنقریب خداوند عالم تمہارے معاملے میں وہ فیصلہ کرے گا جو اس کی رضا اور خوشنودی کے مطابق ہوگا۔

اور مجھے امید ہے کہ: میں اور تم شہیدوں کے درجے میں ہونگے)

حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

الفتوح ۵: ۳۶، مقتل خوارزمی ۱: ۱۹۶

بحوالہ موسوعۃ کلمات الامام حسینؑ ص ۳۱۳

جنابِ یحییٰؑ سے تمثیل

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے سفر میں، متعدد مقامات پر جناب یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے جن کو ایک فاسق و فاجر بادشاہ کے حکم سے قتل کر کے، ان کا سر اس بادشاہ کے پاس پیش کیا گیا۔

چنانچہ جب سرزمین حجاز کی ایک معروف شخصیت نے امام عالی مقامؑ کو کربلا کے سفر سے باز رہنے کا اشارہ کیا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحمانِ ـــــ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ مِنْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ أَنَّ رَأسَ يَحْيىٰ بْنِ زَكَرِيَّا أُهْدِيَ إِلىٰ بَغِيٍّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ.

أَمَا تَعْلَمُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانُوا يَقْتُلُونَ مَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلىٰ طُلُوعِ الشَّمْسِ سَبْعِينَ نَبِيًّا، ثُمَّ يَجْلِسُونَ فِي أَسْوَاقِهِمْ يَبِيعُونَ وَيَشْتَرُونَ كَأَنَّهُمْ لَمْ يَصْنَعُوا شَيْئًا ـــ فَلَمْ يُعَجِّلِ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بَلْ أَمْهَلَهُمْ وَأَخَذَهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ أَخْذَ عَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ.

اِتَّقِ اللّٰهَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَلَا تَدَعْ نُصْرَتِي.

اے ابو عبد الرحمان۔

کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ خداوندِ عالم کے نزدیک یہ دنیا (کس قدر) پست ہے! کہ جناب زکریاؑ کے بیٹے (حضرت) یحییٰؑ (جیسے پیغمبر) کو شہید کرنے کے بعد) ان کا سر بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کو بطورِ تحفہ پیش کیا گیا۔!

(اور) کیا تم نہیں جانتے کہ: بنی اسرائیل (کی حالت یہ تھی کہ): صبحِ صادق سے طلوعِ آفتاب تک کے درمیانی وقفہ میں ستر انبیاء کو قتل کرنے کے بعد اپنے بازار میں بیٹھ کر اس طرح (سکون و اطمینان سے) خرید و فروخت کرتے تھے، گویا انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے!!

پھر بھی خداوندِ عالم نے اُن پر (عذاب نازل کرنے میں) جلدی نہیں کی، بلکہ اُن کو مہلت دی، اور بعد میں پوری طاقت کے ساتھ، انتقام لینے (کے لئے) انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔

اے ابو عبد الرحمٰن ـــــ خدا سے ڈرو اور میری مدد و نصرت سے ہاتھ نہ اٹھاؤ)

(موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ ص۳۲۵)

عراق روانگی کے وقت آپؑ کا خطبہ

سرکارِ سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام، ۲۸ رجب ۶۰ھ کو مدینہ سے روانہ ہونے کے بعد، مشہور قول کے مطابق ۳ شعبان کو مکّہ مکرّمہ پہونچے تھے، جہاں آپؑ نے تقریباً چار ماہ کچھ دن قیام فرمایا۔
۸ ذی الحجہ کو مکّہ مکرّمہ سے عراق کی سرزمین کے لئے آپ نے سفر کا آغاز کیا اور یکم محرّم ۶۱ھ کو کربلائے معلیٰ پہنچے۔
مورخین کا بیان ہے کہ مکّہ مکرّمہ چھوڑنے سے قبل آپؑ نے ایک مفصّل خطبہ دیا۔ اختصار کے پیش نظر اُس خطبے کے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔
راوی کا بیان ہے کہ جب آپؑ نے عراق کی طرف روانگی کا عزم کرلیا تو لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر (مجمع عام کو مخاطب کرکے) فرمایا:
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، مَاشَاءَ اللّٰہ، وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم)۔
خُطَّ الْمَوْتُ عَلٰی وُلْدِ آدَمَ مَخَطَّ الْقِلَادَۃِ عَلٰی جِیْدِ الْفَتَاۃِ۔ وَمَا اَوْلَہَنِیْ اِلٰی اَسْلَافِیْ اشْتِیَاقَ یَعْقُوْبَ اِلٰی یُوْسُفَ۔
وَخُیِّرَ لِیْ مَصْرَعٌ اَنَا لَاقِیْہِ ...
لَا مَحِیْصَ عَنْ یَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ۔

رِضَی اللّٰہِ رِضَانَا اَہْلَ الْبَیْتِ۔
نَصْبِرُ عَلٰی بَلَاءِہٖ وَیُوَفِّیْنَا اَجْرَ الصَّابِرِیْنَ۔
لَنْ تَشُذَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لُحْمَتُہٗ، وَہِیَ مَجْمُوْعَۃٌ لَہٗ فِیْ حَظِیْرَۃِ الْقُدْسِ، تَقَرُّ بِہِمْ عَیْنُہٗ، وَیُنْجَزُ بِہِمْ وَعْدُہٗ۔
مَنْ کَانَ بَاذِلًا فِیْنَا مُہْجَتَہٗ وَمُوَطِّنًا عَلٰی لِقَاءِ اللّٰہِ نَفْسَہٗ فَلْیَرْحَلْ مَعَنَا۔
فَاِنِّیْ رَاحِلٌ مُصْبِحًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔
تمام تعریفیں خداوندِ عالم کے لئے ہیں۔
جو کچھ اللہ چاہے (اسی میں سب کے لئے بہتری ہے)۔ اور کوئی طاقت (حقیقی) نہیں سوائے اللہ کے!۔ اور دُرود و سلام ہو، اُس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر
اولادِ آدمؑ (کی پیشانی پر) موت کا جھومر) اس طرح آویزاں کر دیا گیا ہے جیسے (کسی) دلہن کے گلے میں ہار آویزاں کردیا جائے۔
جس قدر جناب یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے ملاقات) کا اشتیاق تھا، اُس سے زیادہ مجھے اپنے بزرگان سے ملاقات کا شوق ہے۔
میرے لئے آخری آرام گاہ منتخب کی جاچکی ہے، جہاں میں پہونچنے والا ہوں۔
اُس دن سے کوئی مفر نہیں جو قلمِ قدرت سے لکھا جاچکا ہے۔
اللہ کی خوشنودی میں ہی ہم اہلبیتؑ کی رضا ہے۔
ہم اُس کی آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں اور وہ ہمیں صابرین کا

پورا اجر عطا فرمانے والا ہے۔
حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اُن لوگوں کو جُدا نہیں کیا جاسکتا جو اُن کے گوشت اور پوست کی طرح ہیں اُن کے جگر کے یہ ٹکڑے، جنت الفردوس کے حظیرۃ القدس میں اُن کے ساتھ اکٹھے ہونگے، جس سے اُن کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی، اور اُن کے وعدے کو پورا کرینگے۔
جو شخص ہماری راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والا ہو، اور لقائے پروردگار کے لئے جس کا نفس آمادہ ہو، وہی ہمارے ساتھ چلے۔
کیونکہ میں، اِن شاء اللہ تعالیٰ (کل) صبح کو روانہ ہونے والا ہوں)

ملاحظہ فرمائیے:
مثیر الاحزان: صفحہ ۴۱، لہوف صفحہ ۲۶۔
کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۹، بحار الانوار جلد ۴۴ صفحہ ۳۶۶۔
العوالم جلد ۱۷ صفحہ ۲۱۶، اعیان الشیعہ جلد ۱ صفحہ ۵۹۳
بحوالہ موسوعۃ کلمات الامام الحسین صفحہ ۳۰۰

جس وقت دنیا بھر کے کلمہ گو، حج بیت اللہ کیلئے مکۂ مکرمہ کی طرف آرہے تھے اس وقت سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام وابنِ اہل اپنی، اپنے اعزہ واقارب، بھائیوں بھتیجوں، بھانجوں، اولاد عقیدتمندان، اور اعوان و انصار کی قربانی پیش کرنے کے لئے مکۂ مکرمہ سے کربلائے معلی کی طرف

روانہ ہو رہے تھے۔
جب مدینۂ منورہ میں یہ خبر پہونچی کہ امام حسین علیہ السلام مکۂ مکرمہ سے عراق کی طرف روانہ ہو رہے ہیں تو آپ کے چاہنے والوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔
جناب عبد اللہ بن جعفرؓ نے آپ کے نام خط لکھ کر آپ سے درخواست کی کہ آپ عراق کی طرف روانگی کا ارادہ ملتوی کردیں ـــــ جس کے جواب میں امام علیہ السلام نے لکھا کہ:
اَمَّا بَعْدُ ـــ فَاِنَّ کِتَابَکَ وَرَدَ عَلَیَّ فَقَرَأْتُہٗ، وَفَہِمْتُ مَاذَکَرْتَ۔
وَاُعْلِمُکَ اِنِّیْ رَاَیْتُ جَدِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ مَنَامِیْ، فَخَبَّرَنِیْ بِاَمْرٍ وَاَنَا مَاضٍ لَہٗ، لِیْ کَانَ اَوْ عَلَیَّ!!
وَاللّٰہِ یَا ابْنَ عَمِّیْ! ـــ لَوْکُنْتُ فِیْ جُحْرِ ہَامَۃٍ مِنْ ہَوَامِّ الْاَرْضِ لَاسْتَخْرَجُوْنِیْ وَیَقْتُلُوْنِیْ۔
وَاللّٰہِ یَا ابْنَ عَمِّیْ ـــ لَیَعْتَدُنَّ عَلَیَّ کَمَا اعْتَدَتِ الْیَہُوْدُ عَلَی السَّبْتِ ـــ وَالسَّلَامُ۔ (م ۳۳۱)
(حمد وثنائے پروردگار کے) بعد!
تمہارا خط پہونچا جسے میں نے پڑھا۔
جن باتوں کا تم نے ذکر کیا ہے، میں انھیں سمجھتا ہوں۔
اور تمہیں مطلع کر رہا ہوں کہ:
میں نے اپنے نانا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو،

خواب میں دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھے (جس چیز کا) حکم دیا ہے
اُسے میں پورا کر کے رہوں گا، چاہے میرے حق میں ہو یا میرے
خلاف۔

اے میرے چچا کے فرزند ـــــ خدا کی قسم:
اگر میں زمینی جانوروں میں سے کسی جانور کے بل میں (جاکر) رہوں تو
یہ لوگ وہاں سے مجھے نکالیں گے اور قتل کر دینگے۔
خدا کی قسم ـــ اے ابنِ عم! ـ جس طرح یہودیوں نے سبت کے
سلسلے میں خدا کے حکم کی نافرمانی کی، اسی طرح یہ (قوم جفاکار) میرے
ساتھ ظلم و زیادتی کرینگے)

اور ابنِ عساکر کی روایت ہے کہ:
جب حضرت امام حسین علیہ السلام تک عبداللہ بن جعفر کا خط پہنچا تو آپؑ
نے، جواب میں اُن کے نام تحریر فرمایا کہ:

اِنِّیْ رَأَیْتُ رُؤْیَا، وَرَأَیْتُ فِیْھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَآلِہٖ وَسَلَّمَ، وَاَمَرَنِیْ بِاَمْرٍ اَنَا مَاضٍ لَہٗ وَلَسْتُ بِمُخْبِرٍ
بِھَا اَحَدًا حَتّٰی اُلَاقِیَ عَمَلِیْ۔

(میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔
جس میں (اپنے نانا) حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
دیکھا ہے۔
انہوں نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔
میں اُس حکم کو (ہر صورت میں) انجام دوں گا۔
اور جب تک (میدان) عمل میں اُتر نہ جاؤں، کسی کو اُس کے بارے

نہیں بتاؤں گا۔)

ملاحظہ فرمایئے:

تاریخ ابنِ عساکر (حالات امام حسینؑ) صفحہ ۲۰۲
البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۸ بحوالہ موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ)
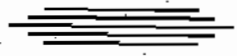
○ مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت امام حسینؑ کو جو حکم دیا تھا، اس کی تکمیل کیلئے آپؑ کربلا تشریف لے گئے تھے۔
○ اور یہ بات تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وحی کے بغیر کوئی حکم نہیں دیتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں خالقِ دوجہاں کا فرمان ہے کہ:

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

(وہ اپنی خواہشِ نفس سے کلام نہیں کرتے، وہ تو بس وحی ہے، جو انکی طرف بھیجی جاتی ہے)

○ اور اُمتِ مسلمہ کے نزدیک یہ بات بھی ثابت ہے کہ:
اگر کوئی شخص حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھے۔ تو اس نے درحقیقت رسول خدا ہی کو دیکھا ہے کسی اور کو نہیں کیونکہ حضورِ اکرمؐ نے خود ہی فرمایا ہے کہ: جو شخص مجھے خواب میں دیکھے، اس نے مجھے ہی دیکھا ہے، (کوئی اور)... میری صورت میں نہیں آسکتا۔ (نقل بالمعنی)

۶۹

منزل شراف — دشمن کے لشکر سے ملاقات

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب مکۂ مکرمہ سے عراق کیلئے روانہ ہوئے، تو متعدد منزلوں پر قیام کرتے ہوئے ماہِ محرم الحرام کے آغاز میں "کربلا" کی سر زمین پر وارد ہوئے۔

راستے میں جن منزلوں پر آپ نے قیام فرمایا، اُن میں سے چند منازل کا مورخین نے خاص طور سے ذکر کیا ہے:

○ — "تنعیم" — جہاں آپ کی بُحیر بن ریسان الحمیری کے ایک قافلے کے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔

اور اسی جگہ سے آپ نے کچھ نئی سواریاں کرائے پر لیں۔

○ — "صِفاح" — یہ جگہ "حنین" کے قریب ہے، اسی جگہ آپ کی ملاقات معروف شاعر "فرزدق" سے ہوئی جنھوں نے امامؑ کے سامنے، زمانہ کی صورتِ حال بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

قُلُوبُ النَّاسِ مَعَكَ وَاَسْيَافُهُمْ عَلَيْكَ۔

(لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں، مگر ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں)

اور امام علیہ السلام نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ:

صَدَقْتَ — لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ...

(تم نے سچ کہا — (بہر حال) پہلے بھی خدا ہی کا حکم تھا، اور بعد میں بھی۔

○ — "منزل ذات عرق" — یہ وہ جگہ ہے جو نجد اور تہامہ کی درمیانی حد ہے — اور عراق سے جو لوگ حج یا عمرہ کے لئے مکۂ مکرمہ کی طرف جاتے ہیں اُن کا یہی میقات ہے (جہاں سے اُن پر احرام کی پابندیاں عائد ہوتی ہیں)

جب امام علیہ السلام اس جگہ پہنچے تو بنی اسد کے "بشر بن غالب" نامی شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی جس نے قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح دریافت کی کہ:

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ

(ہم اُس (قیامت کے) دن تمام لوگوں کو اُن کے امام اور پیشوا کے ساتھ بلائیں گے)

(سورہ مبارکہ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

جس کے جواب میں امام علیہ السلام نے وضاحت فرمائی کہ: پیشوا اور رہنما دو قسم کے ہوتے ہیں ایک: ہدایت کے راستے پر چلانے والے، اور دوسرے: ضلالت کی طرف لے جانے والے، چنانچہ امامؑ نے فرمایا:

نَعَمْ يَا اَخَا بَنِيْ اَسَدٍ — هُمَا اِمَامَانِ:

اِمَامُ هُدًى دَعَا اِلَى هُدًى — وَاِمَامُ ضَلَالَةٍ دَعَا اِلَى ضَلَالَةٍ۔ فَهَدَى مَنْ اَجَابَهُ اِلَى الْجَنَّةِ

وَمَنْ اَجَابَهُ اِلَى الضَّلَالَةِ، دَخَلَ النَّارَ۔

(اے بنی اسد کے برادر —— پیشوا دو قسم کے ہوتے ہیں:
۱۔ پیشوائے ہدایت —— جو سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔
۲۔ پیشوائے ضلالت —— جو گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔
(اب جو شخص پیشوائے ہدایت کی بات پر) لبیک کہے گا، وہ اُسے جنّت کی طرف رہنمائی کریںگے، اور جو گمراہی کی باتوں پر لبیک کہے گا وہ واصلِ جہنّم ہوگا۔)

لیکن جناب شیخ صدوقؒ نے اس جگہ امامؑ کا یہ جواب نقل کیا ہے:

اِمَامٌ دَعیٰ اِلیٰ هُدًی فَاَجَابُوْهُ اِلَیْهِ، وَاِمَامٌ دَعیٰ اِلیٰ ضَلَالَةٍ فَاَجَابُوْهُ اِلَیْهَا۔
هٰؤُلَاءِ فِی الْجَنَّةِ، وَهٰؤُلَاءِ فِی النَّارِ۔
وَهُوَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ:
فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ۔

(ایک پیشوا وہ ہے جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی، اور لوگوں نے لبیک کہی، اور دوسرا وہ جس نے گمراہی کی طرف بلایا اور (کچھ لوگوں نے) اُس کی بات قبول کی۔

اُن میں سے پہلا گروہ جنّت میں —— اور دوسرا جہنّم میں جائے گا۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:
"ایک گروہ جنّت میں اور ایک گروہ (دوزخ میں (جائے گا۔)
(سورہ مبارکہ شوریٰ، آیت ۷)

○ —"منزلِ ذات عرق" کے بعد، امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں

کا قافلہ "حاجز" نامی جگہ پہنچا۔

اس جگہ پہونچنے کے بعد امامؑ نے اپنے ایک وفادار صحابی "قیس بن مصہر الصیداوی" کو اہلِ کوفہ کی طرف بھیجا، مگر جب وہ قادسیہ پہنچے تو دشمن کی فوج نے اُن کو گرفتار کر کے ابن زیادؑ کے پاس بھیج دیا۔ جس نے قیس بن مُصہر کو شہید کر دیا۔

○ —جب امام علیہ السلام "حاجز" سے آگے بڑھے تو ایک چشمے کے قریب قیام فرمایا، جہاں "عبداللہ بن مطیع العدوی" آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرنے لگے:

• اے فرزندِ رسولؐ، ہماری جان آپ پر قربان —— آپ یہاں کیسے تشریف لائیے؛ زمانہ پر آشوب ہے اور مجھے آپ کے شہید ہونے کا اندیشہ ہے

○ — اس چشمے سے آگے بڑھے تو آپؑ "توز" نامی جگہ پہونچے، جسکے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ: یہ بھی حجاج کرام کی ایک منزل ہے

○ — "لتوز" سے آگے بڑھے تو "فید" پہونچے، جس کے بارے میں اربابِ تاریخ کا بیان ہے کہ یہ بنی اسد کا مشہور و معروف پہاڑ ہے۔

○ — "فید" سے آگے بڑھے تو "۳۶" میل چلنے کے بعد جو جگہ آئی اُس کا نام مورخین نے "اجفر" لکھا ہے، جو فید اور خزیمیہ کے درمیان ہے۔

○ — "اجفر" سے روانہ ہونے کے بعد آپ "خزیمیہ" پہونچے اور وہاں ایک دن و رات قیام فرمایا۔

"خزیمیہ" میں جب صبح نمودار ہوئی تو آپؑ کی بہن نے بتایا کہ میں نے رات کو ہاتفِ غیبی کی ندا سُنی ہے جو قافلے والوں کے قتل کئے جانے کی خبر دے رہا تھا۔

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

"یا اُختاہُ ـــ اَلمَقضِیُّ ھُوَ کائِنٌ"

(اے بہن، جس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے، وہ ہو کر رہے گی)

(مقتلِ خوارزمی، بحار الانوار وغیرہ)

"خزیمیہ" سے روانہ ہونے کے بعد آپؑ "ثعلبیہ" پہونچے، جہاں بنی اسد کے کچھ لوگوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر جناب مسلم بن عقیلؑ اور جناب ہانی ابن عروہ کی شہادت کی خبر سُنائی، جس سے قافلے والوں کے دل رنج و غم سے بھر گئے۔

"ثعلبیہ" سے روانگی کے بعد "واصل"۔ "لیطان"۔ اور "شقوق" نامی جگہوں سے گذرتے ہوئے آپ کا قافلہ "زبالہ" نامی جگہ پہنچا۔

اسی جگہ آپؑ کو اپنے رضاعی بھائی "عبداللہ بن یقطر" کے شہید کئے جانے کی خبر ملی، جس کے بعد آپؑ نے ساتھیوں کے مجمعِ عام میں اعلان فرمایا:

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اَمّا بَعدُ ـــ فَقَد اَتانا خَبَرٌ فَظِیعٌ ـــ قُتِلَ مُسلِمُ بنُ عَقِیلٍ وَھانِی بنُ عُروَہ، وَعَبدُ اللہِ بنُ یَقطُر ـــ وَقَد خَذَلَتنا شِیعَتُنا، فَمَن اَحَبَّ مِنکُمُ الاِنصِرافَ فَلیَنصَرِف، لَیسَ عَلَیہِ مِنّا ذِمامٌ

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

(آگاہ ہو جاؤ) کہ ہمارے پاس دردناک خبریں موصول ہوئی ہیں۔

مسلم بن عقیلؑ ـــ ہانی بن عروہ ـــ اور عبداللہ بن یقطر

(جیسے نامی گرامی اشخاص) شہید کئے جا چکے ہیں

ہمارے چاہنے والوں نے ہماری مدد سے ہاتھ روک لیا ہے۔

اب تم لوگوں میں سے جو بھی واپس جانا چاہے، واپس چلا جائے، ہماری طرف سے اُس پر کوئی الزام (علاقہ) نہیں کیا جائے گا۔

(تاریخ طبری، ارشادِ شیخ مفید وغیرہ)

اور قندوزی کی عبارت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

اَیُّھَا النّاسُ ـــ فَمَن کانَ مِنکُم یَصبِرُ عَلیٰ حَدِّ السَّیفِ وَطَعنِ الاَسِنَّۃِ فَلیَقُم مَعَنا، وَاِلّا فَلیَنصَرِف عَنّا۔

(اے لوگو!۔

تم میں سے جو شخص تلواروں کی باڑھ اور نیزوں کا چبھو یا جانا برداشت کر سکے وہ تو ہمارے ساتھ رہے، ورنہ ہم سے جُدا ہو جائے)

(ینابیع المودۃ)

○ "ثعلبیہ" سے روانگی کے بعد "صفاح" اور "قاع" نامی جگہوں سے گذرتے ہوئے "العقبہ" پہونچے، جہاں بنی عکرمہ کے بزرگ "عمرو بن لوزان" نے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی اور حالات کے پیشِ نظر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

○ "عقبہ" سے روانہ ہونے کے بعد "واقصہ"۔ "قرعا"۔ اور "مغیثہ" نامی جگہوں سے گذرتے ہوئے آپؑ "منزلِ شراف" پر پہونچے اور وہاں قیام فرمایا۔

جب صبح نمودار ہوئی تو آپ نے قافلے کے جوانوں سے فرمایا:

زیادہ سے زیادہ پانی بھر لو، پھر یہاں سے چل پڑو۔
چنانچہ سب پانی بھرنے میں مصروف ہو گئے، یہاں تک کہ نصف النہار کا وقت قریب آ گیا۔
اسی اثناء میں ایک شخص نے "تکبیر" بلند کی۔
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: بیشک خدا بزرگ و برتر ہے، لیکن اس وقت تم نے یہ فقرہ کس وجہ سے کہا ؟
اُس نے جواب دیا کہ: مجھے کھجوروں کے درخت دکھائی دیتے ہیں!
لیکن قافلے میں بنی اسد کے عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشعل جیسے واقفِ حال افراد موجود تھے انہوں نے کہا کہ، ہم نے تو اس علاقے میں کبھی کھجور کھجور کے درخت نہیں دیکھے۔
امامؑ نے اُن سے پوچھا کہ: تمھیں کیا نظر آرہا ہے۔؟
اُن لوگوں نے جواب دیا کہ: "ہمیں گھوڑوں کے لشکر اور اُن کے سر نظر آرہے ہیں۔
یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:۔ (بیشک ایسا ہی ہے) میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں۔

○۔۔ اس کے بعد قافلہ "ذی حسم" نامی جگہ کی طرف بڑھا۔۔۔ اس وقت تک مقابلے پر آنے والے لشکر کی صورتحال واضح ہو چکی تھی، ایک ہزار گھوڑوں پر سوار یزیدی لشکر، حُر کی قیادت میں امامؑ کے سامنے کھڑا تھا۔
جب لشکر نزدیک آیا، اور امام علیہ السلام نے اُس پر پیاس کی شدت دیکھی تو ساتھیوں سے فرمایا:

اِسْقُوا الْقَوْمَ وَارْوُوْهُمْ مِنَ الْمَاءِ وَرَشِّفُوا الْخَيْلَ تَرْشِيْفًا
(ان لوگوں کو پانی پلاؤ، اچھی طرح سیراب کرو، اور ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب کرنے کے بعد) اُن پر خوب پانی چھڑکو۔
چنانچہ سب لوگوں کو خوب سیراب کیا گیا، اور اُن کے گھوڑوں کو پانی پلایا بھی گیا، اور اُن پر چھڑکا بھی گیا۔
امام اپنے ساتھیوں کے درمیان تھے، اور حُر اپنے لشکر کے درمیان!
امام علیہ السلام نے لشکر والوں سے پوچھا کہ: تم لوگ کون ہو؟
اُن لوگوں نے کہا کہ: عبیداللہ ابن زیادؒ کی طرف سے آئے ہیں۔
امامؑ نے پوچھا: "تمہارا قائد کون ہے؟
ان لوگوں نے کہا: حُر بن یزید ریاحی۔
امام علیہ السلام نے حُر کو مخاطب کر کے دریافت کیا کہ:
"ہمارے حامی ہو یا مخالف۔؟
اُس نے کہا: آپ کے خلاف۔
یہ فقرہ سُن کر امامؑ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ"۔

جب ظُہر کی نماز کا وقت آیا تو امام علیہ السلام نے حجاج بن مسروق کو اذان دینے۔۔۔ کا حکم دیا، جب وہ اذان سے فارغ ہوئے، تو امام علیہ السلام نے حُر سے دریافت کیا کہ:
تم لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھو گے یا الگ الگ ؟
حُر نے کہا کہ: آپ نماز قائم کریں، ہم لوگ آپ کی اقتداء میں نماز

پڑھیں گے۔

(مقتل خوارزمی)

۶

منقول ہے کہ:

جب لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو امام علیہ السلام نے لوگوں کو مخاطب کر کے ایک خطبہ دیا جس میں حمد وثنائے پروردگار کے بعد آپؑ نے فرمایا۔

إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ تَرَوْنَ، وَأَنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَتَنَكَّرَتْ، وَأَدْبَرَ مَعْرُوفُهَا، وَاسْتَمَرَّتْ جِدًّا وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ، وَخَسِيسُ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْوَبِيلِ۔

أَلَا تَرَوْنَ إِلَى الْحَقِّ لَا يُعْمَلُ بِهِ، وَإِلَى الْبَاطِلِ لَا يُتَنَاهَى عَنْهُ۔

لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِي لِقَاءِ رَبِّهِ حَقًّا حَقًّا۔

فَإِنِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا سَعَادَةً وَالْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَمًا۔

لوگو — جو معاملہ درپیش ہے، وہ تم دیکھ ہی رہے ہو۔
دُنیا کے حالات بدل چکے ہیں، ناپسندیدہ (شکل سامنے) آچکی ہے۔
اس کی اچھائیاں پس پشت (ڈالی) جاچکی ہیں۔
(یہی) رفتار جاری ہے، اب کچھ باقی نہیں رہا، سوائے

ایک معمولی مقدار کے، جیسے (کسی) برتن میں تلچھٹ باقی رہ جائے، اور پست زندگانی، جیسے بدمزہ چارہ۔
کیا تم لوگ دیکھ نہیں رہے ہو (کہ) حق پر عمل نہیں کیا جارہا ہے اور باطل سے اجتناب نہیں برتا جارہا ہے!!
(ایسی صورت میں) بندۂ مومن (موت اور) لقائے پروردگار کی تمنا (کرنے میں) حق پر ہے۔
میں موت کو محض سعادت اور ظالموں کے ساتھ رہنے کو ناپسندیدہ (اور بُرا عمل) سمجھتا ہوں۔

علامہ مجلسیؒ کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ:

إِنَّ النَّاسَ عَبِيدُ الدُّنْيَا، وَالدِّينُ لَعْقٌ عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ، يَحُوطُونَهُ مَا دَرَّتْ مَعَايِشُهُمْ، فَإِذَا مُحِّصُوا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّيَّانُونَ۔

(۳۵۵، ۳۵۶)

لوگ دنیا کے بندے ہیں۔
دین تو اُن کی زبان پر ... ہے۔
جب تک کاروبار چلتا رہے، اُس وقت تک اُس کے گرد رہتے ہیں۔
لیکن جب انھیں امتحان میں نتھارا جائے، تو بہت کم دیندار (باقی رہتے) ہیں۔

۶

اس کے بعد امام علیہ السلام نے ساتھیوں کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا، اور حُر کے لشکر نے امامؑ کا راستہ روکنا چاہا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔

أَفَبِالْمَوْتِ تُخَوِّفُنِي، وَهَلْ يَعْدُو بِكُمُ الْخَطْبُ أَنْ تَقْتُلُونِي وَسَأَقُولُ كَمَا قَالَ أَخُو الْأَوْسِ لِابْنِ عَمِّهِ۔

(کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ —— اور کیا تمہارا خیال ہے کہ تم لوگ مجھے قتل کر دوگے ؟

میں (اس موقع پر تم لوگوں سے ایک) بات کہتا ہوں، جیسا کہ اوس کے بھائیؑ نے اپنے چچا زاد سے کہی تھی)

اس کے بعد آپؑ نے کچھ اشعار پڑھے (جن کا مفہوم یہ تھا کہ مردِ مجاہد کو قتل اور موت سے نہیں ڈرایا جا سکتا۔)

اور منقول ہے کہ، اس کے بعد آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ:

لَيْسَ شَأْنِي شَأْنَ مَنْ يَخَافُ الْمَوْتَ، مَا أَهْوَنَ الْمَوْتَ عَلَى سَبِيلِ نَيْلِ الْعِزِّ وَإِحْيَاءِ الْحَقِّ لَيْسَ الْمَوْتُ فِي سَبِيلِ الْعِزِّ، إِلَّا حَيَاةٌ خَالِدَةٌ، وَلَيْسَتِ الْحَيَاةُ مَعَ الذُّلِّ إِلَّا الْمَوْتُ الَّذِي لَا حَيَاةَ مَعَهُ،

أَفَبِالْمَوْتِ تُخَوِّفُنِي ؟

هَيْهَاتَ —— طَاشَ سَهْمُكَ وَخَابَ ظَنُّكَ لَسْتُ أَخَافُ الْمَوْتَ۔

إِنَّ نَفْسِي لَأَكْبَرُ، وَهِمَّتِي لَأَعْلَى مِنْ أَنْ أَحْمِلَ الضَّيْمَ خَوْفًا مِنَ الْمَوْتِ۔

وَهَلْ تَقْدِرُونَ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ قَتْلِي ؟

مَرْحَبًا بِالْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ —— وَلٰكِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى هَدْمِ مَجْدِي، وَمَحْوِ عِزَّتِي، وَشَرَفِي —— فَإِذًا لَا أُبَالِي بِالْقَتْلِ۔

(میں اُن لوگوں جیسا نہیں ہوں، جو موت سے ڈرتے ہیں۔ عزت (و کرامت) اور حق کی زندگی کی راہ میں موت بہت آسان (بات) ہے۔

(بلکہ حق اور) عزت کی راہ میں موت تو بس حیاتِ جاوید ہے (جبکہ) ذلت کی زندگی (درحقیقت) ایک ایسی موت ہے جس کے ساتھ کوئی زندگی نہیں۔ کیا تم لوگ مجھے موت سے ڈراتے ہو؟

افسوس! —— تمہارا خیال مہمل، اور تمہارا گمان بے محل ہے، میں موت سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔

(یاد رکھو، موت کی طرف) میرا نفس پیش قدمی کرنے والا ہے۔ اور میری جرأت، (یہ کبھی برداشت) نہیں کر سکتی کہ، موت کے خوف سے ناانصافی برداشت کرنے لگوں۔

کیا تم لوگوں کے اختیار میں اس سے کچھ زیادہ ہے کہ مجھے قتل کر دو۔؟

اور خدا کی راہ میں قتل (کئے جانے) کو تو خوش آمدید کہتا ہوں۔ لیکن تم لوگ، نہ میری کرامت کو ختم کر سکتے ہو، نہ میری عزت کو مٹا سکتے ہو، نہ میرے شرف کو (کم کر سکتے ہو)

اور (جب یہ شہادت، خدا کی راہ میں، اور اُس کے دین کی سربلندی کے لئے ہے)، تو مجھے قتل کئے جانے کی کیا پرواہ ہے؟"

۹

○— اُس کے بعد جب منزلِ شراف سے آگے بڑھے اور "بیضہ" نامی جگہ پہنچے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور حُر کے ساتھیوں کو مخاطب کیا، اور حمد و ثنائے پروردگار کے بعد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ ـــــ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

قَالَ:

مَنْ رَایٰ سُلْطَاناً جَائِراً مُسْتَحِلّاً لِحَرَامِ اللّٰہِ نَاکِثاً لِعَھْدِ اللّٰہِ مُخَالِفاً لِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ، یَعْمَلُ فِیْ عِبَادِ اللّٰہِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ یُغَیِّرْ عَلَیْہِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ کَانَ حَقّاً عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُدْخِلَہٗ مَدْخَلَہٗ

اَلَا وَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ قَدْ لَزِمُوْا طَاعَۃَ الشَّیْطَانِ وَتَرَکُوْا طَاعَۃَ الرَّحْمٰنِ وَاَظْھَرُوا الْفَسَادَ وَعَطَّلُوا الْحُدُوْدَ، وَاسْتَاْثَرُوْا بِالْفَیْءِ، وَاَحَلُّوْا حَرَامَ اللّٰہِ، وَحَرَّمُوْا حَلَالَ اللّٰہِ۔

وَاَنَا اَحَقُّ مَنْ غَیَّرَ

(اے لوگو ـــــ (حضرت) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"جو شخص کسی ایسے جابر بادشاہ کو دیکھے، جو حرامِ خدا کو حلال کرنے والا، خداوندِ عالم کے عہد کو توڑنے والا، سنتِ رسولِ خدا کی مخالفت کرنے والا ہو، بندوں کے درمیان گناہ اور سرکشی پر عمل کر رہا ہو۔

اور پھر بھی قول و عمل کے ذریعے اُس پر احتجاج نہ کرے اور اُسکے ظالمانہ اقدامات کو نہ بدلے تو اللہ کو یہ حق ہے کہ اُسے اُسی کے ساتھ۔ (محشور کرے)۔

آگاہ ہو جاؤ ـــــ کہ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو اپنا لیا ہے، اور (خدائے) رحمان کی اطاعت رَد کر دی ہے۔

ہر طرف فساد پھیلا رہے ہیں۔

حدودِ (الٰہی) کو معطل کر رکھا ہے۔

(اہلبیتؑ کے حق)... پر (ظالمانہ) قبضہ کر لیا ہے۔

خُدا کی حرام کردہ (چیزوں) کو حلال ـــــ اور اسکی حلال کردہ (چیزوں) کو، ان لوگوں نے، حرام کر رکھا ہے۔

(ایسی صورت میں خدا و رسولؐ کی طرف سے ہر صاحبِ ایمان پر فرض ہے کہ اس صورتِ حال کو بدلنے کی کوشش کرے)

اور جو لوگ اس کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں) اُن میں سب سے حقدار میں ہوں۔)

"کربلا" میں امام عالی مقام کی آمد

مُنزلِ شراف کے بعد حضرت امام حُسین علیہ السلام "البیضہ" - "عذیب الحجانات" "رہیمہ" "واصل" اور "قصرِ مقاتل" سے گذرتے ہوتے —— مشہور روایت کے مطابق ۲ محرم سنہ ۶۱ ھ کو کربلا کی سرزمین پر پہونچے[۱]

اور اپنے اصحاب کو مخاطب کرکے فرمایا:

اَلنَّاسُ عَبِیْدُ الدُّنْیَا، وَالدِّیْنُ لَعْقٌ عَلٰی اَلْسِنَتِہِمْ، یَحُوْطُوْنَہٗ مَا دَرَّتْ مَعَایِشُہُمْ، فَاِذَا مُحِّصُوْا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّیَّانُوْنَ۔

(لوگ دُنیا کے بندے ہیں، دین تو بس اُن کی زبانوں پر ہوتا ہے، جب تک کاروبار چلتا رہے اس کے گرد رہتے ہیں۔ لیکن جب آزمائش میں ڈالا جائے تو دیندار کم ہی نظر آتے ہیں)

۱؎ تاریخ طبری ۳ : ۳۰۹ —— ارشاد شیخ مفیدؒ : ۲۲۶۔ مناقب ابنِ شہر آشوب ۴ : ۹۶۔ الکامل فی التاریخ ۲ : ۵۵۵۔ بحار الانوار ۴۴ : ۳۸۰۔ عوالم ۱۷ : ۲۳۰۔ اخبار الطوال ص ۲۵۲۔ وغیرہ۔

بحوالہ: موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ ص ۳۷۳، ۳۷۴۔

پھر آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔

"یہ کربلا ہے؟"

لوگوں نے کہا: ہاں۔ اے فرزندِ رسولؐ۔

یہ سُن کر امامؑ نے فرمایا:

ہٰذَا مَوْضِعُ کَرْبٍ وَبَلَاءٍ، ہٰہُنَا مُنَاخُ رِکَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا، وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا وَمَسْفَکُ دِمَائِنَا۔

(یہ کرب اور بلا کی جگہ ہے۔ یہیں ہماری سواریوں کے ٹھہرنے، اسباب کے اترنے، ہمارے لوگوں کے قتل کئے جانے اور ہمارے خون بہائے جانے کی جگہ ہے)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

جب لوگوں نے امام حُسین علیہ السلام سے کہا کہ اس سرزمین کو "کربلا" کہتے ہیں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

ذَاتُ کَرْبٍ وَبَلَاءٍ، وَلَقَدْ مَرَّ اَبِیْ بِہٰذَا الْمَکَانِ عِنْدَ مَسِیْرِہٖ اِلٰی صِفِّیْنَ، وَاَنَا مَعَہٗ، فَوَقَفَ، فَسَاَلَ عَنْہُ فَاُخْبِرَ بِاِسْمِہٖ۔

فَقَالَ: ہٰہُنَا مَحَطُّ رِکَابِہِمْ وَہٰہُنَا مُہْرَاقُ دِمَائِہِمْ۔

فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِکَ

فَقَالَ: ثِقْلٌ لِآلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ، یَنْزِلُوْنَ ہَا ہُنَا۔

وَقَبَضَ قَبْضَۃً مِنْہَا فَشَمَّہَا، وَقَالَ:

هٰذِهٖ وَاللهِ الْاَرْضُ الَّتِيْ اَخْبَرَنِيْ بِهَا جِبْرَائِيْلُ رَسُوْلَ اللهِ
اِنَّنِيْ اُقْتَلُ فِيْهَا، اَخْبَرَتْنِيْ اُمُّ سَلَمَه.

قَالَتْ: كَانَ جِبْرَئِيْلُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ وَاَنْتَ مَعِيْ فَبَكَيْتَ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ: دَعِي ابْنِيْ، فَتَرَكْتُكَ فَاَخَذَكَ وَوَضَعَكَ
فِيْ حِجْرِهٖ ــــ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ: اَتُحِبُّهُ؟ ــــ قَالَ: نَعَمْ،
قَالَ: فَاِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهُ، وَاِنْ شِئْتَ اَرَيْتُكَ تُرْبَةَ
اَرْضِهِ الَّتِيْ يُقْتَلُ فِيْهَا.

قَالَ: نَعَمْ.

فَبَسَطَ جِبْرَئِيْلُ جَنَاحَهُ عَلٰى اَرْضِ كَرْبَلَا فَاَرَاهُ اِيَّاهَا.

(ایسی جگہ جہاں کرب بھی ہے آزمائش و بلا بھی۔

میرے والد (جنابِ امیرؑ) "صفین" کی طرف تشریف لے جا رہے
تھے تو میں اُن کے ساتھ تھا، جب اس جگہ سے گذرے تو ٹھہر گئے
اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا، جب آپؑ کو اس کا
نام بتایا گیا، تو فرمایا:

"اسی مقام پر ان لوگوں کی سواریاں ٹھہریں گی، اور اسی جگہ ان
لوگوں کا خون بہایا جائے گا۔"

کسی نے دریافت کیا کہ (یہ کن لوگوں کا تذکرہ ہے)؟

تو فرمایا کہ: اہلبیتِ پیغمبرؐ (کا کارواں) اِسی جگہ اُترے گا۔"

(اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے) اس
جگہ سے ایک مُٹھی (خاک) اُٹھا کر سونگھی، اور فرمایا:

"خدا کی قسم! ــــ یہی وہ سرزمین ہے جس کے بارے میں

جبرئیلؑ (امین) نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو بتایا تھا کہ: میں یہاں قتل کیا جاؤں گا، جس کی اطلاع
مجھے (جنابِ اُمِّ سلمہؓ نے دی تھی، جنھوں نے کہا تھا کہ:
"اے حسینؑ) تم میرے پاس تھے، اور جبرئیلؑ امین پیغمبر اکرمؐ
کی خدمت میں تھے، تم (کسی بات پر) رو دیے تو پیغمبر اکرمؐ نے
تمہیں اٹھا کر اپنی آغوش میں بٹھا لیا۔

یہ دیکھ کر جبرئیلؑ امین نے پوچھا: "اے خدا کے رسولؐ
آپؐ کو ان سے محبت ہے۔؟

فرمایا: ہاں۔

یہ سن کر جبرئیلؑ نے کہا کہ: آپ کی امت کے لوگ تو انہیں
قتل کریں گے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اُس زمین کی مٹی
دکھا دوں جہاں یہ قتل کئے جائیں گے۔

حضورؐ نے فرمایا:۔ ہاں (دکھا دو)

تو جبرئیلؑ امین نے اپنے پروں کو پھیلا کر۔ کربلا کی مٹی کی
نشاندہی کی (اور آنحضرتؐ) نے اُسے ملاحظہ فرمایا)۔

حبیب ابنِ مظاہر کے نام آپؑ کا گرامی نامہ

کوفہ کے لوگوں کی غداری و بے وفائی، اور سفیرِ حسینیؑ حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی شہادت کی جب خبر پہنچی تو امام علیہ السلام نے اپنے لشکر کے "۱۲۰" علم تیار کرائے، جن میں سے گیارہ عَلم ایک ایک بہادر کے سپرد کیا (اور اُسے لشکر کے ایک چھوٹے حصے کا پرچم بردار بنایا) — البتہ ایک عَلم باقی رکھا۔

کسی شخص نے عرض کی، مولاؑ! یہ عَلم مجھے مرحمت فرمائیے (تاکہ اسے لے کر، میں آپؑ کے دشمنوں سے مقابلے کے لئے نکلوں)

آپؑ نے اُسے دعائے خیر دی، اور فرمایا کہ اس علم کا اٹھانے والا (بھی) پہنچنے ہی والا ہے۔

پھر آپؑ نے اپنے بچپن کے دوست جناب حبیب ابن مظاہرؒ کو ایک خط لکھا جس میں درج تھا:

مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ اِلَى الرَّجُلِ الْفَقِيْهِ حَبِيْبِ ابْنِ مُظَاهِرٍ۔

اَمَّا بَعْدُ —— يَا حَبِيْبُ، فَاَنْتَ تَعْلَمُ قَرَابَتَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ اَعْرَفُ بِنَا مِنْ غَيْرِكَ۔ وَاَنْتَ ذُوْ شِيْمَةٍ وَغَيْرَةٍ فَلَا تَبْخَلْ عَلَيْنَا بِنَفْسِكَ، يُجَازِيْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے مردِ فقیہ حبیب ابنِ مظاہرؒ کے نام!

(حمد و ثنائے پروردگار کے) بعد:

اے حبیب —— حضرت رسول خداؐ سے ہماری قرابت کو تم جانتے ہو، اور ہمیں، اوروں کی بہ نسبت تم زیادہ اچھی طرح پہچانتے ہو۔

تم صفاتِ حمیدہ کے مالک، غیرت مند (انسان) ہو، تو اپنی جان (کی قربانی پیش کرنے) میں بخل سے کام نہ لینا۔

روزِ قیامت، حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جزائے (خیر) عطا فرمائیں گے۔

ساتھیوں کو اپنی شہادت کی خبر

جیسا کہ ہم نے اس کے قبل کے صفحات پر عرض کیا ہے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے کربلا کے سفر کے دوران اپنے ساتھیوں کو بار بار اس حقیقت سے باخبر کیا تھا کہ آپؑ شہادت کے ارادے سے گھر سے نکلے ہیں تاکہ کسی شخص کو غلط فہمی نہ رہے اور جو لوگ کسی دنیاوی طمع کے ساتھ اس کارواں میں شامل ہونا چاہتے ہیں، وہ اپنا راستہ الگ کرلیں صرف وہی لوگ ہمارے ساتھ چلیں، جو راہِ خدا میں ہر قسم کی فداکاری و جاں نثاری کا جذبہ رکھتے ہوں۔

چنانچہ آپ نے دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :

یَا بُنَیَّ اِنَّکَ سَتُسَاقُ اِلَی الْعِرَاقِ، وَھِیَ اَرْضٌ قَدِ الْتَقٰی بِھَا النَّبِیُّوْنَ وَاَوْصِیَاءُ النَّبِیِّیْنَ، وَھِیَ اَرْضٌ تُدْعٰی عَمُوْرَا وَاِنَّکَ تُسْتَشْھَدُ بِھَا وَیُسْتَشْھَدُ مَعَکَ جَمَاعَۃٌ مِنْ اَصْحَابِکَ لَا یَجِدُوْنَ اَلَمَ مَسِّ الْحَدِیْدِ، وَتَلَا :

"یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ...."

فَابْشِرُوْا، فَوَاللّٰہِ لَئِنْ قَتَلُوْنَا فَاِنَّا نَرِدُ عَلٰی نَبِیِّنَا، ثُمَّ اَمْکُثُ مَاشَاءَ اللّٰہُ۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا :

" اے نورِ نظر ـــــ تمہیں عراق کی طرف لے جایا جائے گا یہ وہ زمین ہے جہاں پیغمبروںؑ اور اوصیائے پیغمبر کی ملاقات ہوتی رہی ہے۔

یہ وہ جگہ ہے جسے "عمورا" کہا جاتا ہے۔

(اے حسینؑ) اس جگہ تم بھی شہید ہوگے اور تمہارے اصحاب کی جماعت شہید ہوگی ـــ یہ لوگ ایسے ہونگے جنھیں لوہے (کی تپش) کی تکلیف نہیں پہونچے گی۔

(پھر آپؐ نے قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

" اے آگ، ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی (بن جا)

تم لوگوں کو بشارت ہو۔

خدا کی قسم ـــ ان لوگوں نے اگر ہمیں قتل کردیا تو ہم اپنے پیغمبرؐ کے پاس واپس پہنچ جائیں گے، اور پھر خدا کی رضا سے وہیں ٹھہریں گے)

دُنیا کے زوال
اور اہلِ دُنیا کے طرزِ عمل کے بارے میں
آپؑ کا خِطاب

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقابلے پر جو لوگ آئے تھے چونکہ اُن کے پیشِ نظر صرف دُنیاوی مفادات تھے اس لئے آپؑ نے جا بجا ان کو توجہ دلائی کہ یہ دنیا "جس کی خاطر تم لوگ فرزندِ رسولؐ تک کا خون بہانے پر آمادہ ہو" اس نے کسی کا ساتھ نہیں دیا، تو یہ تمہارا بھی ساتھ نہیں دیگی۔

اسی کے ساتھ، جن لوگوں نے آپؑ اور آپؑ کے اہل خاندان پر پانی بند کیا تھا اُن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس پانی سے تمام مخلوقات کو سیراب ہونے کی اجازت ہے — خاندانِ رسالت کے افراد اور اُن کے وابستگان کو اُس سے محروم کر دیا جائے۔

چنانچہ امامؑ نے ارشاد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ —— اِعْلَمُوْا: اَنَّ الدُّنْیَا دَارُ فَنَاءٍ وَزَوَالٍ، مُتَغَیِّرَۃٌ بِاَھْلِھَا مِنْ حَالٍ اِلٰی حَالٍ •

مَعَاشِرَ النَّاسِ عَرَفْتُمْ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ، وَقَرَأْتُمُ الْقُرْآنَ، وَعَلِمْتُمْ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ الْمَلِكِ الدَّیَّانِ وَ وَثَبْتُمْ عَلٰی قَتْلِ وَلَدِہٖ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا۔

مَعَاشِرَ النَّاسِ —— اَمَا تَرَوْنَ اِلٰی مَاءِ الْفُرَاتِ یَلُوْحُ کَاَنَّہٗ بُطُوْنُ الْحَیَّاتِ یَشْرَبُہُ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی وَ الْکِلَابُ وَالْخَنَازِیْرُ، وَ آلُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَمُوْتُوْنَ عَطَشًا۔

(اے لوگو —— یاد رکھو:

دنیا فنا ہو جانے والی، اور بدل جانے والی جگہ ہے۔ اس کے باشندے، ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر ہو جاتے ہیں۔

اے لوگو!

تم نے اسلام کے قوانین کو پہچانا، قرآن کی تلاوت کی اور یہ بھی جانتے ہو کہ (حضرت) محمدؐ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خداوند عالم کے بھیجے ہوئے رسول برحق تھے — پھر بھی تم لوگ اُن کی اولاد کو ظلم و عُدوان کے ساتھ قتل (کرنے پر کمربستہ) ہو!

اے لوگو —

کیا تم لوگوں کو یہ بات دکھائی نہیں دیتی کہ فرات کا پانی کس طرح چمک رہا ہے جس سے یہودی، عیسائی (یہاں تک کہ) کلب و خنزیر بھی سیراب ہو رہے ہیں (پوری دنیا کے کسی شخص پر، اس پانی کو استعمال کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہے

لیکن ——

پیغمبرِ اکرمؐ کی اولاد پیاس سے جاں بلب ہے!؟

شبِ عاشور

اصحاب سے خطاب

9 محرم کو دشمنوں نے، ہر طرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام، اُن کے اہلِ خاندان اور ساتھیوں کا محاصرہ کرلیا تھا اور رات ہی کو جنگ شروع ہو جانے کے آثار بالکل نمایاں ہو چکے تھے، تو امام علیہ السلام نے حضرت عباسؑ علمدار کو بھیج کر ایک شب مزید عبادتِ پروردگار کی مہلت حاصل کی۔

پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے اُن پر ایک بار پھر یہ حقیقت واضح کر دی کہ جو شخص بھی اپنی جان کو عزیز سمجھتا ہو، وہ رات کی تاریکی میں یہاں سے روانہ ہو جائے، کیونکہ دشمنوں کو صرف میرے سر کی طلب ہے

چنانچہ آپ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

...وَالْآنَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ مَقْصَدٌ اِلَّا قَتْلِي وَقَتْلَ مَنْ يُجَاهِدُ بَيْنَ يَدَيَّ وَسَبْيَ حَرَمِي بَعْدَ سَلْبِهِمْ۔

وَاَخْشٰى اَنَّكُمْ مَا تَعْلَمُوْنَ اَوْ تَسْتَحْيُوْنَ۔

وَالْخُدَعُ عِنْدَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ مُحَرَّمٌ فَمَنْ كَرِهَ مِنْكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَنْصَرِفْ فَاللَّيْلُ سَتِيْرٌ وَالسَّبِيْلُ غَيْرُ خَطِيْرٍ، وَالْوَقْتُ لَيْسَ بِهَجِيْرٍ۔

وَمَنْ وَاسَانَا بِنَفْسِهٖ كَانَ مَعَنَا فِي الْجِنَانِ، نَجِيًّا مِنْ

غَضَبِ الرَّحْمٰنِ۔

وَقَدْ قَالَ جَدِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ:

وَلَدِيْ حُسَيْنٌ يُقْتَلُ بِكَرْبَلَا غَرِيْبًا وَحِيْدًا عَطْشَانًا، فَمَنْ نَصَرَهٗ فَقَدْ نَصَرَنِيْ، وَنَصَرَ وَلَدَهُ الْقَائِمَ، وَلَوْ نَصَرَنَا بِلِسَانِهٖ فَهُوَ فِيْ حِزْبِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

...اب ان لوگوں کے پیشِ نظر اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے کہ مجھے اور میرے ساتھ جہاد میں شرکت کرنے والوں کو قتل کر دیں اور میرے اہل کو لوٹنے کے بعد قیدی بنا لیں۔

ایسا نہ ہو کہ تمہیں (حقائق کا) علم نہ ہو، یا تم لوگ (میرا ساتھ چھوڑنے میں) شرمندگی محسوس کر رہے ہو! — (یاد رکھو) — ہم اہلبیتؑ کے نزدیک (کسی کو) دھوکہ دینا حرام ہے — لہٰذا جو شخص (جان دینا) پسند نہ کرے وہ واپس چلا جائے (رات سایہ فگن ہے، راستہ بے خطر ہے اور وقت بھی دن کا نہیں ہے کہ کسی کو نظر آئے)

البتہ جو ہماری ہماری خاطر جان کی بازی لگائے گا، وہ جنت میں ہمارے ساتھ اور غضبِ خداوندی سے محفوظ رہیگا، میرے نانا حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا تھا: میرا فرزند حسینؑ کربلا کے میدان میں عالمِ غربت و تنہائی میں، پیاس کی حالت میں شہید کر دیا جائے گا — (اس وقت) جو شخص اس کی مدد کرے گا اس نے درحقیقت میری مدد کی اور انکے فرزند قائم آلِ محمدؐ کی مدد کی۔

اور اگر زبان سے ہی انکی مدد و نصرت کرے تو روزِ قیامت انکے گروہ میں شامل کیا جائے گا۔

اپنے اصحاب کی وفاداری کے بارے میں آپؑ کا فرمان

انسانی تاریخ کی یہ جانی پہچانی حقیقت ہے کہ جیسی وفاداری کا ثبوت حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں نے دیا، وہ سب سے منفرد ہے۔

ان لوگوں سے جب شب عاشور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ رات کی تاریکی میں جہاں چاہو چلے جاؤ، میں کوئی شکایت نہیں کروں گا۔ تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ مولا، یہ تو ایک مرتبہ کا مرنا ہے، اگر ہمیں قتل کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے، پھر قتل کیا جائے۔ یہاں تک بار بار یہی عمل دہرایا جائے، تب بھی آپ کی رفاقت سے منہ نہیں موڑیں گے، جس کے بعد آپؑ نے اپنے خطبہ کے دوران ان لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

... اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَحْمَدُکَ عَلٰی اَنْ اَکْرَمْتَنَا بِالنُّبُوَّةِ وَعَلَّمْتَنَا الْقُرْآنَ، وَفَقَّهْتَنَا فِی الدِّیْنِ وَجَعَلْتَ لَنَا اَسْمَاعًا وَاَبْصَارًا وَاَفْئِدَةً فَاجْعَلْنَا لَکَ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّی لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی وَلَا خَیْرًا مِنْ

اَصْحَابِیْ، وَلَا اَهْلَ بَیْتٍ اَبَرَّ وَلَا اَوْصَلَ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ فَجَزَاکُمُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَیْرًا۔

... اَلَا وَاِنِّیْ قَدْ اَذِنْتُ لَکُمْ فَانْطَلِقُوْا جَمِیْعًا فِیْ حِلٍّ، لَیْسَ عَلَیْکُمْ مِنِّیْ ذِمَامٌ وَهٰذَا اللَّیْلُ قَدْ غَشِیَکُمْ فَاتَّخِذُوْهُ جَمَلًا وَلْیَاْخُذْ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْکُمْ بِرَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ وَتَفَرَّقُوْا فِیْ سَوَادِ هٰذَا اللَّیْلِ، وَذَرُوْنِیْ وَهٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ، فَاِنَّهُمْ لَا یُرِیْدُوْنَ غَیْرِیْ۔

(خداوندا ــــ میں تیری حمد بجا لاتا ہوں، تو نے ہمیں نبوت کے ذریعے عزت بخشی، قرآن کا علم عطا فرمایا۔ دین میں بصیرت بخشی اور ہمیں سماعت و بصارت اور قلب (کی قوت) سے نوازا، تو ہمیں شکرگزاروں میں قرار دے۔

(یاد رکھو) ـ مجھے اپنے ساتھیوں سے زیادہ باوفا اور عمدہ ساتھی (کسی کے) نظر نہیں آتے اور نہ میرے اہل خاندان سے زیادہ صلۂ رحم کرنے والا کوئی اور خاندان نظر آتا ہے ـ خداوند عالم ان سب لوگوں کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ دیکھو ـ میں نے تم لوگوں کو اجازت دیدی ہے تم سب کو چلے جانے کی اجازت ہے میں (کسی جانے والے) کی مذمت نہیں کروں گا۔

رات کا پردہ چھایا ہوا ہے اسے اپنی سواری قرار دو اور یہاں سے نکل جاؤ، جاتے وقت) میرے خاندان کے لوگوں میں سے بھی جس کو چاہو ساتھ لے جاؤ۔ رات کی اس تاریکی میں ادھر ادھر منتشر ہو جاؤ، مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑ دو۔ کیونکہ ان (دشمنوں) کو میرے علاوہ کسی کی طلب نہیں ہے۔

اپنے ساتھیوں کو

جنّت کی بشارت

حضرت امام حُسین علیہ السلام کے وہ اصحابِ باوفا، جو ہر آزمائش میں پورے اترے، اور جنھوں نے اپنی جرأت واستقامت کے ذریعے انسانی زندگی میں ایک منفرد تاریخ رقم کی۔

یہ وہ خاصانِ خدا تھے جن سے شبِ عاشور امام عالی مقام نے خود فرمایا تھا کہ:

"... فمن کرہ منکم ذالك فلینصرف، فاللیل ستیر والسبیل غیر خطیر والوقت لیس بہجیر"

(تم میں سے جو شخص جان دینا پسند نہ کرتا ہو وہ واپس چلا جائے رات کا پردہ چھایا ہوا ہے، راستہ بے خطر ہے اور وقت بھی دن کا نہیں ہے۔)

لیکن سب نے یہی کہا کہ: مولا۔ ہم آپ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتے ہیں؟ جس کے بعد آپ نے اپنے انصار کو جنّت کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یَا کِرَامُ —— اِنَّ هٰذِهِ الْجَنَّةَ قَدْ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا،

وَاتَّصَلَتْ اَنْهَارُهَا وَاَيْنَعَتْ اَثْمَارُهَا، وَزُيِّنَتْ قُصُوْرُهَا وَتَاَلَّفَتْ وِلْدَانُهَا وَحُوْرُهَا۔

وَهٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَالشُّهَدَاءُ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ —— يَتَوَقَّعُوْنَ قُدُوْمَكُمْ وَ يَتَبَاشَرُوْنَ بِكُمْ، فَحَامُوْا دِيْنَ اللّٰهِ وَدِيْنَ نَبِيِّهٖ وَذُبُّوْا عَنْ حَرَمِ الرَّسُوْلِ۔

(اے (میرے) معزز (ساتھیو) ——!

بیشک، جنّت کے دروازے کھل چکے ہیں، اس کی نہریں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، اس کے پھل پک گئے ہیں، اس کے قصر (و محل) آراستہ کر دیئے گئے ہیں (وہاں کے خدمت گار) لڑکے، اور حورانِ بہشت ہم آہنگ ہیں۔

حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم، اور وہ شہداء جو خدا کی راہ میں قتل کئے گئے، تمہارے پہونچنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

لہٰذا — دینِ خدا، اور دینِ رسولؐ کی حمایت کرو —— اور پیغمبرِ اکرمؐ کے اہلِ خاندان کی طرف سے دفاع کرو۔

دشمنوں پر —— اتمامِ حجّت

حضرتِ امام حسین علیہ السلام، راہِ خدا میں اپنی، اپنے اہلِ خاندان اور اعوان و انصار کی قربانی کے ارادے سے نکلے تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا کی سرزمین آپ کی "وعدہ گاہ" ہے، جیسا کہ [illegible] علیہ السلام نے اپنے خطبوں میں اس کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

اس کے باوجود، بحیثیت ہادیِ برحق، حجّتِ خدا اور نمائندۂ الٰہی آپؑ نے جابجا، اپنے دشمنوں کو ہدایت فرمائی کہ اپنی غلط روش سے باز آجائیں حق کو پہچانیں اور اُس کے راستے پر چلنے کی کوشش کریں، باطل سے اپنا دامن بچائیں، اور دنیاوی مفادات کی خاطر اہلِ باطل کا ساتھ دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور دائمی عذاب کے حقدار نہ بنیں۔

چنانچہ درمیانِ راہ بھی، اور کربلا پہنچنے کے بعد بھی آپ نے متعدد مواقع پر دشمنوں کو مخاطب کرکے، اُن پر اتمامِ حجّت فرمایا۔

چنانچہ ایک موقع پر، آپؑ نے دشمن کے لشکر کو مخاطب کرکے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الدُّنْیَا، فَجَعَلَهَا دَارَ فَنَاءٍ وَ زَوَالٍ، مُتَصَرِّفَةً بِاَهْلِهَا حَالًا بَعْدَ حَالٍ، فَالْمَغْرُوْرُ مَنْ غَرَّتْهُ، وَالشَّقِیُّ مَنْ فَتَنَتْهُ، فَلَا تَغُرَّنَّكُمْ هٰذِهِ الدُّنْیَا، فَاِنَّهَا تَقْطَعُ رَجَاءَ مَنْ رَكَنَ اِلَیْهَا وَ تُخَیِّبُ طَمَعَ مَنْ طَمِعَ فِیْهَا۔

وَ اَرَاكُمْ قَدِ اجْتَمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ قَدْ اَسْخَطْتُمُ اللّٰهَ فِیْهِ عَلَیْكُمْ وَ اَعْرَضَ بِوَجْهِهِ الْكَرِیْمِ عَنْكُمْ —— وَ اَحَلَّ بِكُمْ نِقْمَتَهُ وَ جَنَّبَكُمْ رَحْمَتَهُ۔ فَنِعْمَ الرَّبُّ رَبُّنَا، وَ بِئْسَ الْعَبِیْدُ اَنْتُمْ —— اَقْرَرْتُمْ بِالطَّاعَةِ وَ آمَنْتُمْ بِالرَّسُوْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اِنَّكُمْ زَحَفْتُمْ عَلٰی ذُرِّیَّتِهٖ وَ عِتْرَتِهٖ تُرِیْدُوْنَ قَتْلَهُمْ۔ لَقَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْكُمُ الشَّیْطَانُ فَاَنْسَاكُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ فَتَبًّا لَكُمْ وَ لِمَا تُرِیْدُوْنَ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ساری تعریف خدا (بزرگ و برتر) کے لئے ہے جس نے دنیا کو پیدا کیا، اور اُسے فنا و زوال کا گھر بنایا جس کے باشندے ایک حال کے بعد دوسرے حال میں بدلتے رہتے ہیں۔

فریب خوردہ وہ ہے جو دُنیا کے دھوکے میں آجائے۔

اور بدقسمت ہے وہ شخص جسے یہ فریب دے دے۔

(دیکھو) تمہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دنیا تمہارے ساتھ دغابازی کرے۔

کیونکہ جو شخص اس پر اعتماد کرے یہ اُسکی اُمید منقطع کردیتی ہے اور جو شخص اسکی لالچ کرے اُسے ناکامی سے دوچار کردیتی ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ ایک ایسی بات پر اکٹھے ہوئے ہو جس کے ذریعے سے تم نے خداوندِ عالم کو غضب ناک کرلیا ہے۔

وہ تم سے روگرداں ہے، تم سے اپنی رحمت کو روک لے گا،
اور تم پر (قیامت میں سخت) عذاب نازل کرے گا۔

ہمارا پروردگار تو بہترین ہے، لیکن تم لوگ بہت ہی بُرے بندے ہو —— تم نے اس کی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار بھی کیا اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان (کا اعتراف) بھی کیا، اور اب انکی ذریت؛ اہلبیت کے خلاف جنگ کا بازار گرم کر رکھا ہے اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو!
شیطان تم پر مسلط ہو چکا ہے اور خداوند کریم کی یاد سے اس نے تمہیں غافل کر رکھا ہے۔

افسوس ہے تم لوگوں پر اور تمہارے عزائم پر ——
"اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"

و،

اس موقع پر شمر ملعون آگے بڑھا، اور کہا کہ: آپ مجھے کیا سمجھانا چاہتے ہیں؟ —— تو امام علیہ السلام نے فرمایا:
اَقُوْلُ: —— اِتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْنِیْ، فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَکُمْ قَتْلِیْ، وَلَا انْتِہَاکُ حُرْمَتِیْ، فَاِنِّیْ اِبْنُ بِنْتِ نَبِیِّکُمْ، وَجَدَّتِیْ خَدِیْجَۃُ زَوْجَۃُ نَبِیِّکُمْ، وَلَعَلَّہٗ قَدْ بَلَغَکُمْ قَوْلُ نَبِیِّکُمْ

"اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ"
ثُمَّ نَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ: یَا اَھْلَ الْعِرَاقِ!
اَیُّھَا النَّاسُ، اِسْمَعُوْا قَوْلِیْ، وَلَا تَعْجَلُوْا حَتّٰی اَعِظَکُمْ بِمَا

یَحِقُّ لَکُمْ عَلَیَّ، وَحَتّٰی اَعْتَذِرَ اِلَیْکُمْ۔
میں کہہ رہا ہوں کہ:۔
تم لوگ خدا کا خوف کرو۔ مجھے قتل نہ کرو، کیونکہ مجھے قتل کرنا، اور میری حرمت کو پامال کرنا تمہارے لئے (کسی طرح بھی) جائز نہیں ہو سکتا۔

میں تمہارے پیغمبرؐ کا نواسہ ہوں، میری نانی حضرت خدیجہؑ زوجۂ پیغمبر ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں تک پیغمبرِ اکرمؐ کا یہ فرمان پہنچا ہو کہ:
"حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنّت کے سردار ہیں"۔
اس کے بعد آپ نے بلند آواز سے پکار کر کہا:
"اے عراق والو —— اے لوگو —— میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو (اتنی مہلت دو) کہ مجھ پر جتنا حق ہے — میں تمہیں نصیحت کر لوں۔

قاتلوں سے عاشور کے دن آپؑ کی گفتگو

راوی کا بیان ہے کہ جب عاشور کے دن، ہر طرف سے دشمنوں کی تلوار آپ کے خلاف بے نیام ہو چکی تھی۔

دنیا پرست افراد حق سے منہ موڑ کر اور باطل کی خوشنودی کیلئے نواسۂ رسولؐ کا خون بہانے پر کمربستہ تھے۔

فرات کا پانی، جس سے خدا اور رسولؐ کے دشمن، کفار و ملحدین تک سیراب ہو رہے تھے مگر خاندانِ رسالت کے لئے اُس پانی کی ایک بوند بھی لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔

اور فوجِ یزیدیؐ، پنجتنؑ کی آخری نشانی کا سر قلم کر کے حاکمِ وقت سے انعام و جاگیر حاصل کرنے کے لئے بیتاب تھے۔

امام علیہ السلام نے، ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

اُنْشِدُکُمُ اللّٰہِ هَلْ تَعْرِفُوْنِیْ ؟

قَالُوا : نَعَمْ اَنْتَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسِبْطُہٗ۔

قَالَ، اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ، هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ اُمِّیْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ؟

قَالُوا: اَللّٰھُمَّ نَعَمْ۔

قَالَ: اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ جَدَّتِیْ خَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِد اَوَّلُ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّۃِ اِسْلَامًا ؟

قَالُوا: اَللّٰھُمَّ نَعَمْ۔

قَالَ: اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ الطَّیَّارَ فِی الْجَنَّۃِ عَمِّیْ ؟

قَالُوا : اَللّٰھُمَّ نَعَمْ۔

قَالَ: اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ هٰذَا سَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا مُقَلِّدُہٗ ؟

قَالُوا: اَللّٰھُمَّ نَعَمْ۔

قَالَ: اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ هٰذِهِ عِمَامَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا لَابِسُهَا ؟

قَالُوا: اَللّٰھُمَّ نَعَمْ۔

قَالَ: اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ اَوَّلَ الْقَوْمِ اِسْلَامًا وَاَعْلَمَهُمْ عِلْمًا، وَاَعْظَمَهُمْ حِلْمًا، وَاَنَّہٗ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ ؟

قَالُوا : اَللّٰھُمَّ نَعَمْ۔

قَالَ:۔ فَبِمَ تَسْتَحِلُّوْنَ دَمِیْ، وَاَبِی الذَّائِدُ عَنِ الْحَوْضِ یَذُوْدُ عَنْہُ رِجَالًا کَمَا یُذَادُ الْبَعِیْرُ الصَّادِرُ عَنِ الْمَاءِ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ فِیْ یَدِ اَبِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ؟

قَالُوا:۔ قَدْ عَلِمْنَا ذٰلِكَ کُلَّہٗ، وَنَحْنُ غَیْرُ تَارِکِیْكَ حَتّٰی تَذُوْقَ الْمَوْتَ عَطَشًا۔

تم لوگوں کو خدا کا واسطہ، یہ بتاؤ، تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟

کہنے لگے : ہاں، آپؑ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے نورِ نظر اور ان کے نواسے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کا واسطہ (یہ بتاؤ) تم لوگوں کو معلوم ہے

کہ میری ماں فاطمہؑ ہیں جو حضرت رسول خداؐ کی دختر نیک اختر ہیں؟

کہنے لگے: بیشک۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی خاطر، بتاؤ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ جناب خدیجہؑ وہ خاتون ہیں جو اس اُمت کی عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں؟

اُن لوگوں نے کہا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا... یہ بتاؤ تم یہ بھی جانتے ہو کہ جناب جعفر طیارؑ میرے چچا ہیں۔؟

کہنے لگے: ہاں۔

آپ نے دریافت کیا: کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ حضرت رسولِ خداؐ کی تلوار ہے جو میرے ساتھ ہے۔؟

کہنے لگے: جی ہاں۔

پھر آپ نے سوال کیا۔ "تم لوگ جانتے ہو کہ یہ عمامۂ رسولِ خدا ہے جو میں پہنے ہوئے ہوں۔

وہ بولے: جی ہاں۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ حضرت علیؑ اوّل المسلمین بھی تھے، اُن میں سب سے زیادہ صاحبِ علم بھی، اور وہ ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں۔؟

ان لوگوں نے کہا: جی ہاں! (ہمیں معلوم ہے)

(جب ان لوگوں نے ان تمام باتوں کا اقرار کر لیا تو امام عالی مقامؑ

نے اُن سے) فرمایا:

بتاؤ۔ پھر کس بنا پر تم لوگ میرا خون (بہانا) جائز سمجھتے ہو؟ جبکہ میرے والد کا مرتبہ خدا و رسولؐ کے نزدیک اس قدر بلند ہے کہ وہ روزِ قیامت، ناپسندیدہ لوگوں کو، حوضِ کوثر سے ہٹا رہے ہوں گے، جیسے اونٹ کو... ہنکایا جاتا ہے۔

قیامت کے دن (الٰہی پرچم) لواء الحمد (میرے والد) کے ہاتھ میں ہوگا۔

۵۰

امام کی تقریر سُن کر اُن لوگوں نے کہا کہ:

"ہمیں ان باتوں کا علم ہے ---- لیکن ہم آپ (کے قتل) سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔ یہاں تک کہ آپ پیاس کی حالت میں ہی اپنی جان، جہاں آفریں کے سپرد کر دیں)

اے دُشمنانِ خدا و رسولؐ

میرا خون کیوں بہاتے ہو۔؟

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقابلے پر جو لوگ کربلا کے میدان میں جمع تھے، اور جنھوں نے آپ کے خلاف میدان کارزار گرم کیا تھا۔

اُن کی اکثریت امام عالی مقام کے بارے میں جانتی تھی کہ یہ نواسۂ رسولؐ ہیں، اور یزیدیؐ افواج ان کو بے جُرم و خطا شہید کرنا چاہتی ہیں —— لیکن دُنیاوی مفادات نے اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے تھے۔

چنانچہ امام علیہ السلام نے بار بار اپنے گراں قدر خطبوں کے ذریعے سے ان لوگوں کی سرزنش فرمائی کہ خوابِ غفلت سے چونکو، اور اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لو —— چنانچہ راوی کا بیان ہے کہ،

حَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنیٰ عَلَیْہِ —— ثُمَّ قَالَ :

اَمَّا بَعْدُ —— فَانْسِبُوْنِیْ فَانْظُرُوْا مَنْ اَنَا۔ ثُمَّ ارْجِعُوْا اِلٰی اَنْفُسِکُمْ وَعَاتِبُوْھَا فَانْظُرُوْا ھَلْ یَصْلُحُ وَیَحِلُّ لَکُمْ قَتْلِیْ ؟ وَانْتِھَاکُ حُرْمَتِیْ ؟

اَلَسْتُ اَنَا ابْنُ بِنْتِ نَبِیِّکُمْ ؟ وَابْنُ وَصِیِّہٖ وَابْنُ عَمِّہٖ، وَاَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاللّٰہِ وَالْمُصَدِّقِ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَبِمَا جَاءَ بِہٖ مِنْ عِنْدِ رَبِّہٖ ؟

اَوَلَیْسَ حَمْزَۃُ سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ عَمِّیْ —— اَوَلَیْسَ جَعْفَرُ الطَّیَّارُ فِی الْجَنَّۃِ عَمِّیْ —— ؟

اَوَلَمْ یَبْلُغْکُمْ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لِیْ وَلِاَخِیْ :

"ھٰذَانِ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ"

؟

... اَمَا فِیْ ھٰذَا حَاجِزٌ عَنْ سَفْکِ دَمِیْ ؟

ثُمَّ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَھُمْ :

فَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِنْ ھٰذَا اَفَتَشُکُّوْنَ فِیْ اَنِّیْ ابْنُ نَبِیِّکُمْ —— ؟

فَوَاللّٰہِ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ابْنُ بِنْتِ نَبِیٍّ غَیْرِیْ فِیْکُمْ وَلَا فِیْ غَیْرِکُمْ۔

وَیْحَکُمْ اَتَطْلُبُوْنِیْ بِقَتِیْلٍ مِنْکُمْ قَتَلْتُہٗ اَوْ مَالٍ اسْتَھْلَکْتُہٗ اَوْ بِقِصَاصٍ مِنْ جِرَاحَۃٍ ؟

فَاَخَذُوْا لَا یُکَلِّمُوْنَہٗ...

حمد و ثنائے پروردگار بجالانے کے بعد آپ نے فرمایا:

...لوگو —— ذرا میری نسبت پر غور کرو، اور دیکھو تو میں کون ہوں۔؟

پھر اپنے نفس کی طرف رجوع کرو، اور اس کی سرزنش کرو۔

دیکھو تو —— کیا یہ مناسب اور جائز ہے کہ تم لوگ مجھے قتل کرو اور میری حُرمت پامال کرو۔

کیا میں تمہارے پیغمبر (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نواسہ

نہیں ہوں ـــــ اور اُنکے وصی و ابنِ عم (علی ابن ابیطالبؑ) کا بیٹا نہیں
ہوں جو سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے تھے حضرت رسولِ خداؐ کی تصدیق کی
اور جو کچھ وہ اپنے پروردگار کی طرف سے لائے تھے (آپکی تائید کی)) ؟
کیا جناب حمزہؑ، جیسے شہیدوں کے سردار (میرے والد
کے) چچا، اور جناب جعفر طیار ...... میرے چچا
نہیں تھے ۔ ؟
کیا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ فرمان
تم لوگوں تک نہیں پہونچا، جس میں آنحضرتؐ نے میرے،
اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے کہ :

"یہ دونوں جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں"

؟

کیا ان میں سے (کوئی بات) تمہیں میرا خون بہانے سے
روکنے والی نہیں ہے ؟

اس کے بعد، آپ نے اُن لوگوں کو (ایک بار پھر مخاطب
کرکے) فرمایا :

"اگر میری ان باتوں میں تمہیں کوئی شک ہو، تو کیا
اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے پیغمبرؐ کا نواسہ
ہوں ۔ ؟
خدا کی قسم ! ـــــ
مشرق اور مغرب کے درمیان، میرے علاوہ تمہارے پیغمبرؐ

کا کوئی اور نواسہ نہ تمہارے پاس ہے نہ کہیں اور ـ
افسوس ہے تم لوگوں پر ـــــ (یہ تو بتاؤ) کیا میں
نے تمہارے کسی آدمی کو قتل کیا ہے جس کے بدلے تم مجھے قتل
کررہے ہو ؟ ـــــ یا کیا میں نے تمہارا کوئی مال تلف
کردیا ہے ـــــ یا کسی (زخمی) کا مجھ سے انتقام لے رہے ہو ؟
(راوی کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام نے یہ باتیں
فرمائیں) تو کسی میں بات کرنے کی جرأت بھی نہیں تھی ۔

روزِ عاشور

اپنے اہل و عیال سے گفتگو

مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ مکۂ مکرمہ سے کربلا کے لئے روانہ ہونے لگے اور جناب ابنِ عباسؓ نے عرض کیا کہ:

"مولا ــــ اگر آپ نے جانے کا فیصلہ کرہی لیا ہے، تو اپنے اہل و عیال کو نہ لے جائیں۔

جس کے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

"مشیتِ پروردگار یہ ہے کہ: میں شہید کیا جاؤں، اور یہ لوگ قید و بند کی آزمائش طے کریں"۔ ــــــــــ (نقل بالمعنی)

چنانچہ عاشور کے دن جب امام علیہ السلام نے راہِ خدا میں اپنی طرف سے قربانیاں پیش کر دیں اور راہِ خدا میں اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کے لئے روانہ ہونے لگے تو خیمے کے اندر تشریف لائے، بہنوں، بیٹوں اور اہلِ خانہ سے رخصت ہوتے ہوئے انھیں آنے والے حالات سے باخبر کرتے ہوئے صبر کی وصیت بھی فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ خداوند عالم تم لوگوں کو اس امتحان و آزمائش کا بہترین اجر و ثواب عطا کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو عذابِ الیم سے دوچار کرے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ حمد و ثنائے پروردگار کے بعد آپؑ نے فرمایا۔

اِسْتَعِدُّوا لِلْبَلَاءِ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ حَامِيكُمْ وَحَافِظُكُمْ وَسَيُنْجِيكُمْ مِنْ شَرِّ الْاَعْدَاءِ وَيَجْعَلُ عَاقِبَةَ اَمْرِكُمْ اِلٰى خَيْرٍ وَيُعَذِّبُ عَدُوَّكُمْ بِاَنْوَاعِ الْعَذَابِ ــــ وَيُعَوِّضُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْبَلِيَّةِ بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ وَالْكَرَامَةِ فَلَا تَشْكُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا بِاَلْسِنَتِكُمْ مَا يُنْقِصُ عَنْ قَدْرِكُمْ۔

(آزمائش کے لئے کمربستہ رہو۔

یقین رکھو کہ خداوندِ عالم تمہاری حمایت و حفاظت کرنے والا ہے۔

وہ دشمنوں کے شر سے تمہیں نجات دے گا۔ تمہارے انجام کو خیر قرار دے گا۔ اور تمہارے دشمن کو گوناگوں عذاب میں مبتلا کرے) گا۔

اس آزمائش کے بدلے، وہ تمہیں انواع و اقسام کی نعمت و کرامت سے نوازے گا۔

شک (و شبہہ) میں نہ پڑو۔

اور نہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالو، جو تمہاری قدر و منزلت میں کمی کا باعث ہو)

S. Nazar Abbas
25.7.2009

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہؑ

پاکستان